# رستم و سہراب

آغا حشر کاشمیری

لاہور اکیڈمی - لاہور

آغا حشر کا شاہکار

# رُستم و سہراب

دیباچہ

میرزا ادیب

ناشر

لاہور اکیڈمی

۲۰۵ سرکلر روڈ- لاہور

ناشر

لاہور اکیڈمی- لاہور

بارِ اوّل، فروری ۱۹۶۲ء

قیمت:- ایک روپیہ پچاس پیسے

پریس:- منصور پریس — لاہور

rekhta

میرزا ادیب

# پیرایۂ آغاز

آغا حشر کاشمیری ہمارے تمثیلی ادب کا سب سے نمایاں نام ہے۔ اُردو ڈرامے کی تاریخ جب بھی اور جہاں کہیں بھی لکھی جاتی ہے حشر کے ڈراموں کو بطورِ خاص اہمیت دی جاتی ہے اور اس کی اس امتیازی حیثیت کو منصفانہ فیصلے کا اقتضا سمجھا جاتا ہے۔ جہاں تک ڈرامے کی صنف کا تعلق ہے اردو ادب کو تہی دامانی کا تو نہیں البتہ کم مائگی کا احساس ضرور ہے۔ اس کی وجہ یا وجوہ ہمارے موضوع کے حدودِ خاص میں شامل نہیں ہیں۔ ہمیں صرف اس امر کا اعتراف کر لینا مقصود ہے کہ اگر اردو ڈراما بہ حیثیت ایک صنفِ ادب کے سب سے پیچھے نہیں تو کم از کم ایسی صنف ضرور ہے جس کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے اور جو اپنی نشوونما کے لئے خصوصی توجہات کی محتاج ہے۔

آغا حشر جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے ہماری صنفِ تمثیل کا نمایاں ترین نام ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ آغا صاحب نے ڈرامے کی مروجہ قیود و حدود سے ہٹ کر کوئی نئی راہ متعین کی تھی۔ یا ڈرامے کے امکانات کو اس انداز سے واضح کیا تھا کہ وہ کسی نئے جزیرے کی تلاش میں ممد و معاون ثابت ہو سکیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ حشر کی خاص اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ انہوں نے اپنے دور کی بھرپور نمائندگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ڈرامے کی بلندیاں اور پستیاں ان کے یہاں پوری طرح موجود ہیں۔ پارسی سٹیج حدِ آخر تک ہمیں کیا کچھ دے سکا ہے۔ اگر یہ چیز دیکھنی ہو تو حشر کی تخلیقات یہ ضرورت بہ طرزِ احسن پورا کر دیتی ہیں۔ آغا حشر اپنے ہم عصروں کے قافلے کے ساتھ ہی چلے ہیں۔ اور انہی راستوں پر چلے ہیں جو اُس دور کے فنی تقاضوں اور اجتماعی مذاق نے تراشا تھا۔ انہوں نے اپنے لئے کوئی الگ تھلگ راہ نہیں نکالی مگر یہ بات لازماً تسلیم کرنی پڑے گی کہ ان کی آواز باقی تمام آوازوں سے زیادہ بلند، زیادہ شدید اور زیادہ پرجوش ہے۔



اپنے عہد کا صحیح نمائندہ ہونا بھی ایک خاصی اہم بات ہے اور حشر اپنے دور کے حقیقتاً ایک بڑے ترجمان ہیں۔ ایک بڑے اور حقیقی ترجمان آغا حشر کے سوانحِ حیات سے متعلق ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ وہ بنارس میں پیدا ہوئے۔ سٹیج کی لگن انہیں گھر سے باہر لے آئی۔ اپنی زندگی میں مختلف تھیٹریکل کمپنیوں سے وابستہ رہے اور آخری دنوں میں، جب بہ قیام لاہور اپنی ذاتی کمپنی کی تشکیلی جدوجہد میں مصروف تھے اپنا کام ادھورا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ان کے مختصر واقعاتِ حیات سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ عہدِ جوانی میں انہیں مذہبی بحث اور مناظرے سے شغفِ خاص تھا۔ وہ بڑے شوق اور بڑی سرگرمی سے مذہبی مناظروں میں حصہ لیا کرتے تھے اور عموماً اپنے حریفوں کو پریشان کر دیا کرتے تھے۔ بحثوں میں حصہ لینے کی وجہ سے ان کے لہجے میں ایک خطیبانہ آہنگ اور پُرجوش للکار کی کیفیت پیدا ہو گئی جس نے بعد میں ان کی مکالمہ نگاری کو مناظرانہ پیچ و خم عطا کئے۔ علاوہ ازیں حشر لکھنؤ کے مرثیہ نگاروں کے رزمیہ لب و لہجہ سے بھی خاصے متاثر ہوئے۔ ان کے ہاں مکالموں میں جو خطابت کا جوش اور گھن گرج پائی جاتی ہے وہ سٹیج کی عام روایت کے علاوہ ان دو عناصر سے بھی تاثر قبول کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

حشر کی ایک اور خصوصیت جس نے ان کے ڈراموں پر اچھا خاصا اثر ڈالا ہے۔ ان کی شاعرانہ قادر الکلامی ہے۔ وہ فطرتاً ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ اور یہ ان کی ایک ایسی خصوصیت ہے جسے کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اگر یہ کہا جائے کہ حشر کے ڈراموں کی سب سے بڑی خوبی ان کے شعروں کی مرصع کاری اور ہنگامہ خیزی میں صورت پذیر ہے تو اسے مبالغہ نہ سمجھنا چاہئے۔ ہم سمجھتے ہیں حشر کے ڈراموں کی مقبولیتِ عامہ کا راز ان اشعار میں پوشیدہ ہے جنہیں وہ موقع و محل کے لحاظ سے بر محل استعمال کر کے ڈرامے کے اثر کو بدرجہا بڑھا دیتے ہیں۔ شعر اس طرح ان کے یہاں راہ پاتے ہیں کہ گویا اس موقع پر ان سے بہتر شعر غالباً تخلیق ہی نہیں کئے جا سکتے:

اگر حشر ڈراما نگار نہ بھی ہوتے جب بھی ان کے دو شعری شاہکار شکریہ یورپ اور

"موجِ زمزم"۔ ان کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھتے۔ حشر کی شاعری نے ان کے ڈراموں کو تو مقبول بنوانے میں بڑا کام کیا ہے۔ مگر حشر کو یہ نقصان پہنچا ہے کہ ان کی شاعرانہ حیثیت تمثیل نگارانہ حیثیت کے تابع ہو کر رہ گئی ہے۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ حشر کو محض ایک شاعر کی حیثیت سے خاص طور پر جانا اور پرکھا گیا ہو۔ اولیت ڈراما نگار حشر ہی کو حاصل رہی ہے اور شاید رہے گی بھی۔

حشر نے مذہبی مناظروں میں جو بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کی تھی اس سے انہیں اس امر پر مجبور ہونا پڑا کہ اپنے مخالفوں کے مذہب کے بارے میں بھی وسیع معلومات حاصل کریں۔ مناظرہ عام طور پر ہندوؤں سے رہتا تھا۔ اصولاً ہندو مذہب سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا بہت ضروری تھا ـــــــ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب انہوں نے ہندو روایات۔ ہندو کرداروں اور ہندو اصول و معتقدات اور ضمیات کی طرف توجہ کی اور ہندی ڈرامے لکھنے شروع کئے تو یہ معلومات ان کے لئے بہت مفید ثابت ہوئیں۔ اور اردو ڈراما نگار کی طرح وہ ہندی کے بھی مقبول ترین ناٹک نگار بن گئے۔

حشر کا ذہن ایک معنی آفریں اور بلند شاعر کا ذہن ہے۔ ایک بلند آہنگ اور وسیع المعلومات خطیب کا ذہن ہے اور ایک ایسے شخص کا ذہن ہے جس کے خزانے میں کڑکتے گرجتے، برستے الفاظ کی ایک بے پایاں دنیا آباد ہے۔ جو الفاظ کے تیور خوب پہچانتا ہے۔ اور جس کا تخیل بے تکلف موزوں الفاظ کی شاہراہوں سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ وہ آواز جتنی بلند کرنی چاہتا ہے۔ کر سکتا ہے اور بآسانی کر سکتا ہے کیونکہ پُر شکوہ الفاظ کا ایک سیلِ رواں اس کے ساتھ ساتھ چلا آتا ہے۔ رستم و سہراب آغا حشر کی پُر شکوہ الفاظ پر قدرتِ کاملہ کا مظاہرہ کرتا ہے۔ رنگا رنگ تشبیہات کی ارزانی اور متنوع استعارات کے ہجوم کے ساتھ آغا حشر کا یہ ڈراما ان کے بہار آفریں اور سحر طراز ذہن کا ایک شاہکار ہے اس ڈرامے نے اردو ادب کو ایک ایسا اسلوبِ نگارش دیا ہے جو حشر کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ہے۔ آغا حشر نے یہ ڈراما اس عہد میں لکھا تھا جب وہ تھیٹر کی کئی روایات سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ تھیٹر کی سب سے بڑی روایت عوام پسندی ہے۔ حشر نے یہ ڈراما عوام کو



پیشِ نظر رکھ کر مطلقاً نہیں لکھا تھا۔ عوام ان تشبیہات اور پُر عظمت اندازِ بیان کو سمجھ ہی نہیں سکتے جو اس ڈرامے کی جان ہیں۔ مقفیٰ عبارت یہاں کہیں بھی نظر نہیں آتی اور اشعار کا استعمال بھی پہلے ڈراموں کے مقابلے میں کم تر مواقع پر ہوا ہے۔ یہ ڈراما انہوں نے سٹیج کے لئے نہیں لکھا تھا۔ کم از کم ان کے سامنے یہ اصول کار فرما تھا کہ وہ ایک سرتاپا ادبی ڈراما لکھیں اور رنگ و آہنگ، شیرینی و نفاست اور شکوہ و عظمت کا جتنا معنوی سرمایہ ان کے تخیل زار ذہن میں موجود ہے۔ اُسے الفاظ کے گراں دنیا میں بکھیر دیں۔ اور یہ فرض انہوں نے ادا کر دیا ہے اور اس خوبی سے ادا کر دیا ہے کہ قاری پر ایک حیرت انگیز مسرت یا مسرت انگیز حیرت چھا جاتی ہے۔

رستم و سہراب کی کہانی فردوسی کے شاہنامہ سے ماخوذ ہے۔ صدیاں گزر گئی ہیں مگر اس کہانی کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اس المیے کا مرکزی تصور اس دردناک حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ ایک باپ بے خبری کے عالم میں اپنے اکلوتے بیٹے کی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے اور جب اسے اس المناک حقیقت کا علم ہوتا ہے تو اس کی بڑھاپے کی زندگی میں آنسوؤں اور آہوں کے سوا اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

اس مرکزی تصور کے ساتھ یہ کہانی دنیا کی کئی نظموں اور نثر پاروں کا موضوع بن چکی ہے اور نہ جانے ابھی کتنے اور ادب پارے اس سے رنگ و نور اخذ کریں گے۔ قدیم ایران میں اس قصے کی حیثیت کیا تھی اور فردوسی نے اس میں کیا رنگ آمیزی کی تھی۔ یہ بات دریافت کرنی مشکل ہے۔ فردوسی نے لازماً اس میں خاصی رنگ آمیزی کی ہو گی جبھی تو اس کی شاعرانہ انانیت بیانِ تعجب دلی اس امر کا اعلان کر دیتی ہے۔

منم کردہ ام رستم داستان
وگرنہ یلے بود در سیستان

فردوسی نے رستم کو یل کہہ کر رستم کی تحقیر کے ساتھ اپنے کمالِ فن کا اظہار بھی کیا ہے اگر رستم ایک یل تھا تو سہراب کو بھی یہی حیثیت حاصل تھی مگر سہراب اپنی دردناک موت کے باوجود وہ کچھ نہ بن سکا جو رستم بن گیا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ بھی ہو سکتی ہے

کہ سہراب تو نامرادانہ دنیا سے رخصت ہوگیا اور رستم اپنی زندگی کے بقیہ شب و روز کو آنسوؤں میں غرق کرنے کے لئے زندہ رہا اور اس مصیبت ناک زندگی کا اسے اجر یہ ملا وہ دنیا کے ادب میں طاقت اور قوت کا ایک سمبل بن گیا اور ہمیشہ بنا رہے گا!

آغا حشر نے قصے کے مختلف اجزا کو اس طرح ایک دوسرے سے مربوط کر دیا ہے کہ واقعات اور کرداروں نے باقاعدہ ایک سہ جزدی پلاٹ کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ایران کا سپہ سالار رستم شکار کھیلتا ہوا ایرانی حدود سے نکل کر تورانی سرزمین پر پہنچ جاتا ہے اس کے اعضا مضمحل ہو چکے ہیں اس لئے اپنے گھوڑے رخش نامی کو آزاد فضا میں چھوڑ کر خود خواب استراحت کے مزے لینے لگتا ہے۔ ادھر سے تین تورانی سردار جو ایران کی سیر و سیاحت کر کے لوٹ رہے ہیں۔ رستم کو سوتے ہوئے دیکھ کر اس کا رخش لے جاتے ہیں اور اسے توران کی ایک ریاست سمنگان کے حاکم کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔

رستم بیدار ہوتا ہے تو اپنے رخش کو غائب دیکھ کر بے تاب ہو جاتا ہے۔ دیہاتیوں سے اطلاع پا کر سمنگان پہنچتا ہے۔ والیٔ سمنگان اس کی عزت کرتا ہے اور اپنی لڑکی تہمینہ سے اس کی شادی کر دیتا ہے۔ اس کے بعد رستم زابل چلا جاتا ہے۔ اور پورے سولہ برس وہاں گزار دیتا ہے۔ اس کی بے خبری میں تہمینہ کے ہاں سہراب پیدا ہوتا ہے۔ سہراب نے اپنے باپ رستم کا نام بارہا سنا ہے مگر اس کی شکل کبھی نہیں دیکھی، وہ بڑا ہوتا ہے اور اپنے باپ کو ایران کے تخت پر متمکن کرنے کے لئے ایران پر حملہ کرتا ہے۔ ایران کے قلعہ سفید کے حاکم گژدھم کی شیر دل لڑکی گرد آفرید سہراب کا مقابلہ کرتی ہے۔ رزم آزمائیوں کے ہنگامے ہی میں سہراب اور گرد آفرید کے دل ایک دوسرے کے لئے دھڑکنے لگتے ہیں گرد آفرید۔ وطن پرستی کے فرض کو اپنی محبت سے بلند تر سمجھ کر خود کو وطن پر قربان کر دیتی ہے۔ بعد ازیں رستم اور سہراب کی جنگ ہوتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو دشمن اور حریف سمجھ کر رزم آزما ہوتے ہیں۔ رستم اپنے بیٹے کا خاتمہ کر دیتا ہے اور یہ خونچکاں داستان اپنے انجام پر پہنچ جاتی ہے!

یہ ہے قصے کا لب لباب۔



حشر نے جس انداز سے واقعات کی کڑیوں کو آپس میں ملایا ہے وہ ان کے ہنرمندانہ شعور کا اظہار نہیں کرتا۔ واقعات کی کڑیاں بڑی ڈھیلی رہ گئی ہیں۔ مثلاً اس کی وجہ بالکل بیان نہیں کی گئی کہ رستم آخر اپنی محبوب بیوی کو چھوڑ کر زابل کیوں چلا جاتا اور اتنی مدت تک وہاں کیوں پڑا رہتا ہے۔

رستم و سہراب کا واقعاتی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصل پلاٹ کے ساتھ دو ذیلی پلاٹ بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ رستم اور تہمینہ کا واقعہ ایک الگ پلاٹ ہے۔ اس طرح سہراب اور گرد آفرید کا واقعہ بذات خود ایک پلاٹ ہے۔ آخری الذکر واقعے کو اگر ڈرامے سے الگ بھی کر دیا جائے تو جہاں تک اصل پلاٹ کا تعلق ہے۔ اس پر غالباً کوئی فرق نہیں پڑے گا اور یہ واقعہ ایک مکمل ڈرامے کی صورت میں عشق و فرض کے عنوان سے چھپ بھی چکا ہے۔ رستم و سہراب کے کرداروں پر انتقادی نظر ڈالی جائے تو وہ بھی ہمیں گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان بہت کم ہی نظر آئیں گے۔ یہ کردار اصل میں حقیقی انسانوں کی بجائے ترجمان اور نمائندے ہیں کچھ کیفیتوں اور جذبوں کے۔ رستم کی شکل میں کہیں تو غرور نظر آتا ہے۔ کہیں بے نیازی اور آخر میں پچھتاوا۔ سہراب نمائندہ ہے سرکشی و غرور اور عشق و پرستش کا! بہرام کی صورت میں نمک حرامی اور غداری سانس لیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور گرد آفرید ایک لڑکی نہیں ہے وطن پرستی کے ایک تیز و تند اور طوفانی جذبے نے ایک لڑکی کا روپ دھار لیا ہے۔ یہ ڈراما اس اعتبار سے قطعاً تاریخی تمثیل نہیں کہ اس سے متعلقہ دور کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ ناموں کے علاوہ کوئی ایسی شے جغرافیائی، تمدنی یا مجلسی کیفیت سے متعلق منظر عام پر نہیں آتی جسے ایران و توران کی پرانی تہذیب سے وابستہ کیا جا سکے! ڈراما نگار کو نہ تو واقعات کے فنکارانہ امتزاج سے دلچسپی ہے نہ ان کے منطقی رد عمل سے کوئی واسطہ۔ تاریخی حقائق سے بھی اُسے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسے تعلق ہے صرف اپنے زور قلم سے۔ تشبیہات و استعارات کی ندرت کاریوں سے، الفاظ و تراکیب کی پُر شکوہ رنگینیوں سے اور بلند آہنگ لہجے سے اور حشر کا کمال یہ ہے کہ قاری اس پُرعظمت انداز بیان کے سیلاب میں اس طرح بہتا

چلا جاتا ہے کہ وہ ڈرامے کے دوسرے پہلوؤں کی طرف توجہ ہی نہیں کرسکتا۔ ڈرامے کی اصل خوبی یہی ہے اور اس خوبی کے پیشِ نظر اس کی تمام کمزوریوں کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے!

حشر نے یہ ڈرامہ تو سٹیج پر پیش کرنے کے لئے لکھا تھا اور نہ غالباً یہ اب تک کامیابی کے ساتھ سٹیج پر پیش ہی کیا گیا ہے۔ وہ ایک ادبی ڈراما لکھنا چاہتے تھے اور رستم وسہراب کی شکل میں انہوں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔

آغا حشر نے جس زمانے میں یہ ڈراما لکھا اس سے کچھ مدت پہلے انگریزی کے نامور نقاد میتھیو آرنلڈ نے سہراب اور رستم کے نام سے ایک بڑی خوبصورت طویل نظم بھی لکھی تھی یہاں آغا حشر کے ڈرامے اور اس نظم کا تقابلی مطالعہ مقصود نہیں ہے مگر ان دونوں مصنفوں کے انفرادی اسلوب کے بارے میں ایک دو باتیں عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

میتھیو آرنلڈ نے صرف مرکزی واقعے کو تخلیقی صورت دی ہے۔ اور خارجی ماحول کی عکاسی پر پورا زورِ قلم صرف کر دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں حشر نے اپنے کرداروں کے داخلی تموج کو الفاظ کی گھن گرج سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ شاعری کا حسن آرنلڈ کے بیان میں ہے۔ خوبصورت تشبیہات سے اس کی نظم بھری پڑی ہے۔ مگر ان تشبیہات میں بڑی نرمی اور بڑی لطافت ہے۔ آرنلڈ کی نظم ایک ترنم ریز ندی ہے جو اپنے راستے پر بہتی چلی جاتی اور آخر میں ایک دل خراش انسانی المیے کے سمندر میں غائب ہوجاتی ہے۔ اس کے برعکس حشر کا تخلیقی کارنامہ ایک ایسا سیلِ رواں ہے جو اپنی رو میں ہر چیز کو بہائے لئے جاتا ہے اور پھر یک لخت کسی مہیب پہاڑ کے عقب میں اس طرح غائب ہوجاتا ہے کہ ہر طرف ایک سناٹا چھا جاتا ہے۔ آرنلڈ کی نظم پڑھنے والے کو سوز و گداز کی کیفیت بخشتی ہے مگر حشر کا ڈراما ایک سناٹا۔

رستم کے متعلق میتھیو آرنلڈ کہتا ہے۔

وہ دیو قامت انسان ریت پر لیٹا وہ تھا
ایک ایسے حصار کی طرح جسے کسی سردار نے پرانے زمانے میں
راہزنوں کو روکنے کے لئے ایک ویرانے میں تعمیر کیا تھا



آغا حشر کا رستم اپنے بارے میں کہتا ہے۔ یاد رہے یہ وہ موقعہ ہے جب رستم اپنے گھوڑے رخش کی تلاش میں شاہ سمنگاں کے سامنے پہنچ گیا ہے۔ اور شاہ سمنگان اپنے دربار میں بیٹھا ہے۔

"میرا نام سنتے ہی اس دربار کی دیواریں کانپ اٹھیں گی۔ یہ شراب اور غرور سے سرخ چہرے زرد ہوجائیں گے اور آندھی کے تھپیڑے سے ہل گئے ہوئے درخت کی طرح تھرتھراتا ہوا تخت نیچے گر پڑے گا۔

روح یوں لرزے گی گویا دب گئی ہے برف میں
اس قدر ہیبت ہے میرے نام کے ہر حرف میں
شور سے گونجا ہوا ہر شہر ہر ویرانہ ہے
نام میرا شیر کا ایک نعرہ مستانہ ہے

نظم اور ڈرامے کا بنیادی فرق اپنی جگہ بجا۔ مگر دونوں مصنفوں کا موضوع سے متعلق اندازِ فکر دو مختلف خطوط پر گامزن ہے!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آغا حشر کے اس ڈرامے نے ہماری سٹیج اور ہمارے ادب کو کیا کچھ دیا ہے اور اس کی ادبی حیثیت کیا ہے!

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے۔ یہ ڈراما سٹیج کے لئے ہے ہی نہیں۔ ممکن ہے کبھی کھیلا گیا ہو۔ مگر موجودہ دور میں جب سٹیج از سرِ نو جنم لے رہی ہے اس کے سٹیج ہونے کے بہت کم امکانات ہیں ویسے بھی یہ ڈراما سٹیج کے لئے کچھ نئی فنی حدود متعین نہیں کرسکتا۔ سٹیج کا تو سوال ختم ہوا اب رہ گیا یہ سوال کہ ہمارے ادبی سرمائے کو اس نے کیا کچھ دیا ہے یا دے سکتا ہے تو اس پر غور کرنا ضروری ہے!

جہاں تک تشبیہات کی ندرت اور الفاظ پر غیر معمولی قدرت کا تعلق ہے اردو کا کوئی ادب پارہ بھی رستم وسہراب کی برابری نہیں کرسکتا۔ نہ نثر میں اور نہ نظم میں اسے ایک ادب پارے کی حیثیت سے پڑھنا چاہئے۔ یا صرف اس حیثیت ہی سے پڑھنا چاہئے کیونکہ شکوہ الفاظ جب خوبصورت و رنگین تراکیب اختیار کرتے ہیں تو عبارت میں کتنی شان کیا تجلی

پیدا ہو جاتا ہے۔ تشبیہات کی نادرہ کاری، تنوع اور طرفگی انداز بیان کی کن حدوں کو پہنچی ہے اور طوفانی جذبوں کو کس طرح طوفانی لب و لہجہ میں مدغم کیا جا سکتا ہے۔

آغا حشر نے اپنے دور کے جن مسایل کو اپنے ڈراموں میں سمویا تھا وہ مسایل باقی نہیں رہے۔ اس لئے ان کے باقی ڈراموں کے بارے میں اندیشہ کیا جا سکتا ہے کہ ملک کے بدلے ہوئے حالات میں ان ڈراموں کو سٹیج کرنا عقلمندی نہیں ہوگی۔ لوگ ان کے مکالموں میں بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں لے سکتے مگر رستم و سہراب کے متعلق یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ اس کا موضوع بھی فرسودہ ہو چکا ہے۔ اور کچھ نہیں تو حشر کا پرشکوہ اور پرعظمت انداز بیان گنجینۂ معنی کا طلسم بن کر پڑھنے والوں کو مسحور کرتا رہے گا۔ اور یہ خوبی کوئی معمولی خوبی نہیں ہے۔



# ڈرامے کے کردار

رستم :- ایرانی افواج کا سپہ سالار

سہراب :- رستم کا فرزند

شاہ سمنگان :- سمنگان کا حاکم

پیلسم :- سردار

ہومان
بارمان } تورانی فوجی

شاہ افراسیاب :- توران کا بادشاہ

گستہم :- ایرانی سردار

بہرام :- قلعہ سفید کے لشکر کا رکن

ہجیر :- قلعہ سفید کا محافظ

شاہ کیکاؤس :- ایران کا بادشاہ

طوس
گودرز } سردار

تہمینہ :- سہراب کی ماں

گرد آفرید :- قلعہ سفید کے حاکم کی بیٹی

ان کے علاوہ

چند سپاہی، دیہاتی، کنیزیں

# باب ۱

## سین پہلا

## توران کا دلفزا جنگل

(رستم حسین گھوڑے پر سوار خراماں خراماں آتا ہے)

رستم:- دنیا کے لئے روشنی، پھولوں کے لئے مسکراہٹ، پرندوں کے لئے زمزمہ، دریاؤں کے لئے ترنم ریز روانی، سوئے ہوئے قوائے عمل کے لئے بیداری کا پیغام لانے والا آفتاب اُفق مشرق کی پیشانی پر تاج زرافشاں کی طرح چمک رہا ہے۔

کتنا پرجلال نظارہ! یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب نہیں ایک نورانی کتاب ہے جس میں دنیا جاگنے کے بعد اپنے ماضی کے خواب کی تعبیر پڑھ رہی ہے۔ ستاروں کے ملک سے آیا ہوا ایک نورانی فرشتہ ہے جس سے کائنات کی ہر شے زندگی کی برکتیں مانگ رہی ہے۔ آسمان کی مانند اس زمین پر بھی ہر روز اسی طرح طلوع و غروب کے منظر دکھائی دیتے ہیں۔ انسانوں کی قسمت کا ستارہ اور قوموں کے اقبال کا آفتاب بھی یوں ہی گمنامی کی رات کا سیاہ پردہ ہٹا کر شہرت کی فضا میں چمکتا۔ کامیابی کے سنہرے دنوں پر حکومت کرتا اور آخر دنیا کی یادداشت و تواریخ کے صفحوں پر اپنے دھندلے یا روشن نشان چھوڑ کر شام فنا کی تاریکی میں غائب ہو جاتا ہے

دنیائے بے ثبات میں ہر شے ہے تیز گام — ہر دن کے ساتھ رات ہے ہر صبح کی ہے شام
رنگ زوال سے ہیں رنگے گل بھی خار بھی — دھوکا ہے اس چمن کی خزاں بھی بہار بھی

(گھوڑے کی پیٹھ سے اترتا ہے)

آفتاب کی سنہری کرنوں کے ساتھ چاروں طرف خوبصورتی اور رنگینی بکھری ہوئی ہے اور پرندوں کے ترانوں پر ہوائیں رقص کر رہی ہیں۔ زمین پر صبح کی روشنی پھولوں کی



خوشبو اور بلبل کے نغموں کا سیلاب بہہ رہا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگل قدرت کا بنایا ہوا ایک شعر اور یہ سرخ زرد پھول اس شعر کے حسین استعارے ہیں۔

(پیار سے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتا ہے)

میرے بچپن کے رفیق، جوانی کے دوست، جنگ کے وفادار ساتھی وہ دیکھو ہرے بھرے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں تمہارے لئے دور تک سبز مخمل کا دسترخوان بچھا ہوا ہے۔ خوشبو میں نہائے ہوئے ہوا کے جھونکے بار بار تمہیں بلانے آرہے ہیں۔ جاؤ ان کی دعوت قبول کرو۔

(گھوڑے کو چرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے)

سردی۔ گرمی۔ بھوک۔ پیاس کی تکلیفوں سے بے پروا ہو کر آسمان سے ٹوٹے ہوئے تارے کی طرح جو فضا میں راستہ بھول گیا ہو دو مہینے سے شکار کے پیچھے جنگلوں اور پہاڑوں میں بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ بس شکار اور سفر دونوں ختم ہوئے تھکے ہوئے جسم کو تھوڑا آرام دینے کے بعد آج ہی ایران روانہ ہو جاؤں گا۔

(ڈھال کا تکیہ بنا کر زمین پر لیٹتا ہے)

نیند۔ پیاری نیند تم فطرت کی لاڈلی بیٹی ہو۔ برکتوں کے ملک کی ملکہ ہو آرام کی سلطنت کی شہزادی ہو ہے

راہ میں بکھرے ہوئے کانٹوں کو ٹھکراتی ہوئی
آؤ۔ آؤ مسکراتی۔ پھول برساتی ہوئی
روح کو تسکین دو اور جسم کو آرام دو
زندگانی کو خدا کا بہترین انعام دو

(رستم سو جاتا ہے۔ چند تورانی سردار جو ایران کی سیاحت سے واپس ہو کر اپنے وطن سمنگان کی طرف جا رہے ہیں۔ داخل ہوتے ہیں)

سردار نمبر ۱:- دنیا کے عجائبات میں تم بھی ایک عجیب چیز ہو۔ بہشت کو دیکھنے کے بعد بھی کہتے ہو کہ بہشت خوبصورت نہیں ہے۔

سردار نمبر ۲:- ہاں

سردار نمبر ۱:- تب یقیناً تم ایران کے سفر میں آنکھیں ساتھ لے کر نہیں گئے تھے۔ مجھے تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ جمشید اور فریدوں کی سرزمین میں نہیں کسی شاعر کے خیال کی رنگین دنیا میں سیر کر رہا ہوں۔

سردار نمبر ۲:- جس طرح موت اور زندگی۔ ظلمت اور نور۔ اہرمن اور یزدان میں ازل سے جنگ ہو رہی ہے۔ اسی طرح قدیم سے ایران اور توران بھی ایک دوسرے کی دشمنی کو اپنی زندگی کا واجب الادا فریضہ سمجھتے ہیں۔ ہم تورانی ہیں تورانی کے گلے پر خنجر رکھ دو۔ تب بھی ایران کی تعریف نہ کرے گا۔

سردار نمبر ۱:- تعریف نہ کرے گا۔ کیوں؟

سردار نمبر ۲:- کیونکہ وہ ہمارے دشمنوں کا وطن ہے۔

سردار نمبر ۱:- ایرانی قوم تورانی قوم کی دشمن ہے۔ لیکن ایران کے پرعظمت پہاڑ، خوبصورت شاداب جنگل، پریوں کی زلفوں کی طرح لہراتے بل کھاتے ہوئے دریا ہمارے دشمن نہیں ہیں کیا اس سفر میں تورانی سمجھ کر

ایران کے آسمان نے تمہیں اپنے سورج چاند کی روشنی نہیں دی۔ ایران کے چشموں نے تمہاری پیاس نہیں بجھائی۔ ایران کی زمین نے تمہیں بیٹھنے سونے کی جگہ دینے سے انکار کیا۔

تم دشمنی سے اپنے ہونٹوں کو سچ بولنے کی اجازت نہ دو۔ لیکن میں توران کے شہنشاہ افراسیاب کے سامنے بھی بے خوف ہو کر کہہ دوں گا۔ کہ دنیا کا بہشت ایشیا ہے اور ایشیا کا بہشت ایران ہے۔

سردار نمبر ۲:- بس بس میں ایران کی تعریف میں قصیدہ سننا نہیں چاہتا۔ تم شاعر نہیں سپاہی ہو۔

سردار نمبر ۱:- میں تمہارے جیسا چھوٹا دل، تنگ نظر، پست خیال۔ لے کر اس دنیا میں نہیں آیا ہوں۔ اچھے کو اچھا کہنا شاعری نہیں انصاف ہے۔ تم جتنے



ایران کے دشمن ہو اس سے زیادہ انصاف اور عقل کے دشمن ہو۔

سردار نمبر ۲:- تمہارے لفظ زہر کی طرح کڑوے اور چھری کی طرح تیز ہیں (میان سے تلوار نکال کر) واپس لو۔ ورنہ اس کا جواب مجھے تلوار سے دینا ہوگا۔

سردار نمبر ۱:- تو اس جواب کا جواب بھی تلوار ہی کی زبان سے سننا ہوگا۔

(دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں)

سردار نمبر ۳:- (روک کر) یہ کیا؟ تلوار اور طاقت کا ایسا ذلیل استعمال۔ کیا دنیا میں اب ہمارا کوئی دشمن نہیں رہا کہ تلوار کو زنگ سے بچانے کے لئے ہم نے آپس ہی میں جنگ شروع کر دی۔ تورانیوں کے پاس حربہ، لشکر، دولت، طاقت، ہمت سب کچھ ہے۔ صرف ایک چیز اتفاق نہیں ہے۔ اسی لئے۔ دشمنوں کے مقابلے میں ان کی ہر فتح شکست بن جاتی ہے۔ تلواریں پھینک دو۔ ٹوٹی ہوئی محبت کو جوڑنے کے لئے ہاتھ ملاؤ۔ جو قوم ہمدردی اور اتفاق کے ساتھ ایک دل ایک خیال ہو کر دنیا میں زندگی بسر کرنا نہیں جانتی یاد رکھو اس کی قسمت کے نوشتہ پر دائمی ذلت کی مہر ثبت ہو چکی ہے۔ وہ آزاد دنیا میں غلامی کے لئے پیدا ہوئی ہے اور آخری سانس تک غیر قوم کی غلام رہے گی۔

گر دلوں میں اتفاق اور خواہشوں میں میل ہے
زندگی کی راحتوں کو فتح کرنا کھیل ہے
کامیابی کے لئے احساسِ حالت چاہیے
ایک ہو جاؤ اگر دنیا میں عزت چاہیے

(دونوں تلواریں میان میں رکھ کر ہاتھ ملاتے ہیں)

سردار نمبر ۱:- درست۔ ندامت کے ساتھ میں اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہوں۔

سردار نمبر ۲:- یہ لڑائی نہ تھی۔ ہماری دوستی نے ایک لحظہ کے لئے تلواروں کی جنگ کا خواب دیکھا تھا۔

سردار نمبر ۳:- ہمیں شام ہونے سے پہلے سمنگان پہنچ جانا چاہیے۔ تلواریں تیز کر چکے۔

اب قدموں کو تیز کرو۔

(آگے بڑھتے ہیں سوئے ہوئے انسان پر نظر پڑتی ہے)

سردار نمبر ۱:۔ کون۔ انسان ہے۔ یا قدرت کے جلال، پہاڑ کی مضبوطی۔ شیر کی ہیبت نے انسان کا جسم اختیار کر رکھا ہے۔

سردار نمبر ۳:۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گوشت اور ہڈی سے گھرا ہوا طاقت کا سمندر نیند میں چھاتی پھلا کر آہستہ آہستہ سانس لے رہا ہے۔

سردار نمبر ۱:۔ اس کے چہرے کی طرف جتنا دیکھو اتنا ہی تعجب بڑھتا ہے۔ قدرت بھی پیدا کرنے کے بعد مدتوں حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھتی رہی ہوگی۔

سردار نمبر ۲:۔ (گھوڑے کو دیکھ کر) وہ دیکھو ہرن کی آنکھیں مور کی گردن۔ گینڈے کی چھاتی چیتے کی کمر، ہنس کی چال، تمام خوبصورتیوں کو ایک آئینہ میں دیکھنا ہو تو سامنے دیکھو۔

سردار:۔ کیا شاندار گھوڑا۔ گویا ہری گھاس پر جنگل کا بادشاہ گھوم رہا ہے۔

سردار نمبر ۲:۔ اسے باندھ کر سمنگان لے چلو۔ بادشاہ کو نذر کریں گے۔

سردار نمبر ۱:۔ لیکن یہ چوری ہے۔

سردار نمبر ۲:۔ یہ چوری نہیں ہے کیونکہ چور کو سزا ملتی ہے۔ اور ہمیں بادشاہ سے انعام ملے گا۔

(سب جاتے ہیں۔ رستم آہستہ آہستہ بیدار ہوتا ہے)

رستم:۔ جس طرح گرمی کی گود میں دم توڑتے ہوئے کھیت۔ بارش ہونے کے بعد زندہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جاگنے کے بعد سونا اور محنت کے بعد آرام انسان کے جسم میں نئی زندگی اور نئی طاقت پیدا کر دیتا ہے (اٹھ کر) آفتاب شہنشاہ کیکاؤس کے اقبال کی طرح بلند ہوتا جاتا ہے اور اس کی دھوپ سخی کی ہمت کی طرح بڑھتی جاتی ہے۔ (گھوڑے کو پکارتا ہے) آؤ۔ آؤ۔ رخش۔ سیر سفر ہر جگہ ساتھ دینے والے دوست آؤ۔ ایران کا راستہ ہماری واپسی کا انتظار کر رہا ہے۔ نہیں سنا۔ کہاں ہو۔ کیا دور



نکل گئے۔ دیکھوں۔

(گھوڑے کی تلاش میں جاتا ہے۔ دو دیہاتی داخل ہوتے ہیں)

دیہاتی نمبر ۱:۔ گھوڑا تھا یا خوبصورت طوفان۔ اس کی نسوں میں لہو کی جگہ بجلی بھری ہوئی تھی۔

دیہاتی نمبر ۲:۔ اس کے جسم کے ہر جھٹکے کے ساتھ دو چار آدمی زمین پر گیند کی طرح لڑھکتے دکھائی دیتے تھے۔

دیہاتی نمبر ۱:۔ اور ہر لات پر دو چار پسلیوں کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

دیہاتی نمبر ۲:۔ جب گھوڑا اتنا بہادر ہے تو اس کا مالک کتنا بہادر ہوگا۔ یہ کون آرہا ہے۔ ماتھے پر شکن۔ بھنوؤں میں کھنچاؤ۔ آنکھوں میں سرخی۔ چہرے پر غصہ کی تمتماہٹ۔ کیا اس جنگل کو اس کے جرم کی سزا دینا چاہتا ہے۔

(رستم واپس آتا ہے)

رستم:۔ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ کہیں پتہ نہیں ملا۔ کیا میں یہ یقین کر لوں کہ جس طرح انسان کو بڑھاپے میں تندرستی چھوڑ دیتی ہے۔ دوسری جگہ لیاقت سے زیادہ تنخواہ مل جانے پر آقا کو نمک حرام نوکر چھوڑ دیتا ہے۔ مصیبت آنے پر خوشامدی مصاحب اور جھوٹے دوست چھوڑ دیتے ہیں۔ اس طرح دنیا سے دغا بازی سیکھ کر آج میرے رخش نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔ نہیں نہیں یہ ناممکن ہے۔ پھر کہاں ڈھونڈوں۔ کس سے پوچھوں آسمان سے پوچھا۔ زمین سے پوچھا چشمے کی لہروں۔ ہوا کے جھونکوں۔ جنگل کے درختوں سے پوچھا لیکن کوئی جواب نہیں دیتا۔ سب چپ ہیں۔

سنو، سنو۔ درختو سنو۔ تمہارے ہی سبز سائے کے نیچے میری زندگی کا سایہ غائب ہوا ہے۔ اسے پیدا کرو۔ ورنہ اس جنگل میں آگ لگا کر تمہیں دھوئیں اور بربادی میں دفن کر دوں گا ؎

زمین کنیز مری ہے فلک غلام مرا
اجل کی طرح ہے بے رحم انتقام مرا

زمانہ جس سے لرزتا ہے میں وہ رستم ہوں
نہیں سنا ہو تو اب سن لو مجھ سے نام مرا

دیہاتی نمبر ۱:- یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ آدمی بھوکے شیر کی طرح خوفناک ہو رہا ہے

(بھاگنا چاہتے ہیں۔ رستم انہیں روکتا ہے)

رستم :- ٹھہرو۔

دیہاتی نمبر ۲:- آپ آگ بگولے کی طرح گرم ہو رہے ہیں۔ ذرا ٹھنڈے ہو جیئے ہم لوٹ کر آتے ہیں۔

رستم :- (زمین پر لات مار کر) میں حکم دیتا ہوں ٹھہرو۔ تمہیں موت کا حکم نہیں سنا یا گیا پھر کانپ کیوں رہے ہو!

دیہاتی نمبر ۱:- جناب کا پتا کون ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اس لئے ٹانگوں کو ذرا سردی معلوم ہوتی ہے۔

رستم :- (ڈانٹ کر) تم کون ہو۔

دیہاتی نمبر ۲:- ہم۔ ہم۔ آدمی ہیں۔

رستم :- (زمین پر لات مار کر) میں کب کہتا ہوں کہ تم گھاس پتھر ہو۔

(دونوں خوف سے گر پڑتے ہیں)

دیہاتی نمبر ۱:- گھر سے نکلتے وقت آج ضرور ہم نے کسی منحوس کا منہ دیکھا تھا۔

رستم :- بزدلو۔ اٹھ کھڑے ہو۔ اور جو پوچھوں اُس کا جواب دو۔ اٹھتے ہو یا . . . . . (گھونسہ تان کر)

دیہاتی نمبر ۲:- اٹھو بابا زمین سے نہ اٹھے تو یہیں یہ دنیا ہی سے اٹھا دے گا۔

رستم :- تم دونوں کہاں رہتے ہو۔

دیہاتی نمبر ۱:- اس جنگل سے تھوڑی دور ایک گاؤں میں۔

رستم :- تم قریب کے گاؤں میں رہتے ہو۔

دیہاتی نمبر ۲:- جناب ہم دونوں غریب کسان ہیں۔ بادشاہ کے محل میں پیدا



نہیں ہوئے۔ جنت کے لائق نہیں۔ جہنم میں جانا نہیں چاہتے۔ پھر گاؤں میں نہ رہیں گے تو کہاں رہیں گے۔

رستم :- تمہیں یہیں کے رہنے والے ہو تو ضرور دیکھا ہو گا۔

دیہاتی نمبر ۱:- کسے دیکھا ہو گا۔

رستم :- خبردار! میرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کرنا (گلا پکڑ کر) اقرار کرو۔

دیہاتی نمبر ۲:- مگر گردن توڑنے سے پہلے یہ تو بتا دیجئے کہ کس بات کا اقرار کریں

رستم :- کہ تم نے میرے وفادار گھوڑے کو دیکھا ہے۔

دیہاتی نمبر ۱:- ارے تو کیا وہ شیرنی کے دودھ سے پلا ہوا گھوڑا آپ ہی کا تھا۔

رستم :- ہاں، وہ کہاں ہے؟

دیہاتی نمبر ۲:- تورانی سرداروں کے قبضہ میں۔

دیہاتی نمبر ۱:- وہ اسے گرفتار کر کے اپنے بادشاہ کو نذر دینے کے لئے سمنگان لے گئے ہیں۔

رستم :- تو بکتا ہے جھوٹا ہے پاگل ہے ناممکن نہیں بنایا جا سکتا۔ طوفان زنجیروں میں نہیں جکڑا جا سکتا۔ بجلی رسیوں میں نہیں باندھی جا سکتی۔ اس دنیا میں کسی ماں نے ایسا جری بے خوف لڑکا پیدا نہیں کیا جو رستم کے رخش نامی گھوڑے کی پیٹھ پر اپنی سواری کا زین کس سکے۔ تیری آنکھوں نے تجھے دھوکا دیا ہے اور تو مجھے دھوکا دے رہا ہے۔

دیہاتی نمبر ۲:- میں نہیں۔ سچ بات کا یقین نہ کر کے آپ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔

رستم :- تیری سچائی کا ثبوت۔

دیہاتی نمبر ۱:- ثبوت اور گھوڑا دونوں آپ کو سمنگان میں ملیں گے (چلے جاتے ہیں)

رستم :- سمنگان۔ کون سمنگان۔ توران کی ایک چھوٹی سی ریاست زمین کے تختے میں ایک

دھندلا سا نشان۔ دنیا کے جغرافیہ ایک حقیر نقطہ۔

(ڈھال اور گرز اٹھا کر)

دیکھوں گا۔ دیکھوں گا سمنگان دیکھوں گا۔ دیکھوں گا۔ تیرے قلعہ کی دیواریں تیرے بادشاہ کے تخت کے پائے۔ تیرے بہادروں کے دل اور بازو کتنے مضبوط ہیں۔ اپنے سپاہیوں سے کہہ دے کہ اپنی کمانیں چڑھا لیں۔ اپنے ترکشوں میں تیر بھر لیں۔ اپنی تلواروں پر سان دے لیں۔ تیرے آسمان کو لہو کی چھینٹوں سے اور تیری زمین کو لاشوں سے ڈھانک دینے کے لئے رستم آندھی اور طوفان بن کر تیری طرف آ رہا ہے۔ اب دنیا میں فنا کا تاریک سایہ تیری آخری جائے پناہ اور بربادی تیرا آخری ورثہ ہے ؎

بہے گا خون کہ غصہ سے تشنہ لب میرا
کہیں پناہ نہ دے گا تجھے غضب میرا
گھرا ہے شعلوں میں تو بھی ترا سمندر بھی
بجھا سکے گا نہ اس آگ کو سمندر بھی

(جوش و خروش کے ساتھ سمنگان کی طرف روانہ ہو جاتا ہے)



# باب ۱

## سین دوسرا

## شاہ سمنگان کا دربار

(امرائے سلطنت حاضر ہیں۔ حبشی تاتاری غلام کندھوں پر شراب کی زرنگار صراحیاں اور ہاتھوں میں طلائی جام لئے ہوئے ہیں۔ شاہ سمنگان تخت پر رونق افروز ہیں)

شاہ سمنگان: سمنگان کے تارو! تاج کے وفادارو! یہ دنیا ازل سے ابد کی طرف جانے والا ایک راستہ ہے اس راستے پر خدا کے سوا خدا کی پیدا کی ہوئی ہر چیز سفر کر رہی ہے۔ آج میری عمر کے مسافر نے بھی زندگی کے سفر میں اس راستے کی پچاس منزلیں طے کر لی ہیں ؎

کل بڑھاپا بھی نہ ہوگا جوانی کی طرح! ساتھ دنیا کے بہے جاتے ہیں پانی کی طرح
کس طرف کو جا رہے ہیں ہم پتہ کوئی نہیں اس سفر کی ابتدا ہے انتہا کوئی نہیں

وزیر: حیاتِ جاودانی دے خدا اس ذی شاں کو ہماری عمر بھی لگ جائے تیری زندگانی میں

پیلسم
خوشی کا دن مسرت کا زمانہ بار بار آئے!
ہزاروں بار یوں ہی اس گلستاں بہار آئے

(کنیزوں کا رقص۔ رقص کے بعد وزیر ادب سے بادشاہ کے روبرو اور ساقی امرائے دربار کے سامنے جام شراب پیش کرتے ہیں۔ اس وقت رستم غصے اور جوش میں داخل ہوتا ہے)

رستم: بس دنیا میں تمہاری خوشی کے دن ختم ہو چکے۔ پیالے پھینک دو۔ صراحیاں توڑ دو۔ اپنی ہنسی کو آنسوؤں میں غرق کر دو بادشاہ سے، تمہیں سمنگان کے بادشاہ

ہو درباریوں سے اتھیں اس تخت و تاج کی حفاظت کرنے والے بہادر ہو۔
ہاتھ ہیں جو شیر کی کلائیاں موڑنے کا دعوے کرتے ہیں ۔

کمانیں بھی ہیں ڈھالیں بھی ہیں کندھوں پہ تیر بھی ہے
کرو ثابت کہ ان سینوں میں دل بھی ہے جگر بھی ہے
بڑھو جوہر دکھاؤ آج اگر تلوار باندھی ہے
میں آیا ہوں کہ دیکھوں کون بجلی کون آندھی ہے

پیلسم :- شاہی دربار میں آج تک کسی نے اس جوش و دلیری کے ساتھ گفتگو کی جرأت نہیں کی۔ تم مظلوم ہو۔ فریادی ہو۔ دیوانے ہو۔ کون ہو۔

رستم :- میں کون ہوں۔ اس تخت کے لئے زلزلہ۔ اس سلطنت کے لئے بربادی اور تم سب کے لئے موت کی گرج ہے

عدو کو پھونک دے وہ برق شعلہ فام ہوں میں
خدا کے قہر کا اک نقشِ انتقام ہوں میں
فنا کے ہونٹھ سے نکلا ہوا پیام ہوں میں
اجل کے ہاتھ کی شمشیر بے نیام ہوں میں
یہ بزمِ عیش چمکتی ہے جو ستاروں سے!
بجھے گی اب مری تلوار کے شراروں سے

پیلسم :- ادب سیکھ ادب سیکھ۔ یہ ہمارے بادشاہ کا انتہائی رحم ہے کہ ابھی تک تجھے اس گستاخی کی سزا نہیں دی گئی۔

رستم :- عورتوں کی طرح تمہاری زبان میں طاقت ہے۔ مگر مجھے سزا دینے کے لئے تمہارے بازوؤں میں طاقت نہیں ہے

ہستیٔ ناچیز ٹھہرے گی فنا کے سامنے
شمع کی لو سر اٹھائے گی ہوا کے سامنے
گھاس کا تنکا سزا دے اور کسے طوفان کو



تم نے دیکھا ہی نہیں اب تک دلیر انسان کو

پیلسم :- بس اس سے زیادہ تحمل نہیں ہو سکتا۔ تیری گستاخی برداشت کی حد سے آگے بڑھ رہی ہے

زبان اور سر کٹا دیتی ہیں تلخ و تیز تقریریں
نہ لہرائیں کہیں ناگن کی صورت سر پہ شمشیریں
ہماری بھی رگوں میں زندگی کا خون بہتا ہے
سمجھ رکھا ہے کیا تو نے ہمیں بے جان تصویریں

رستم :- زمین پر اگی ہوئی گھاس جسے پیروں سے روندتا ہوا یہاں تک آیا ہوں میں اس سے بھی زیادہ تمہیں بے حقیقت سمجھتا ہوں۔ سنو۔ تم سمنگان کے شاہی دربار میں نہیں قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے مجرموں کی طرح میرے غصے کی عدالت میں کھڑے ہوئے ہو۔ اگر دنیا میں زندہ رہنے کی خواہش ابھی پوری نہیں ہوئی ہے تو میرے غضب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر اپنے قصور کے لئے معافی اور اپنی زندگیوں کے لئے رحم مانگو۔

شاہ سمنگان :- اے شخص میں بڑی دیر سے تیری دیوانگی آمیز گستاخیوں کو حیرت سے دیکھ رہا ہوں۔ کسی مقدمے میں انصاف کسی قصور کی معافی کسی خدمت کا انعام بیان کر تو کیا چاہتا ہے۔

رستم :- میں اپنا رخش نامی گھوڑا چاہتا ہوں۔ تیری سلطنت میں شریفوں کا چہرہ لگا کر پھرنے والے ڈاکو اسے تورانی سرحد سے چرا لائے ہیں۔ اگر تو نے آج ہی اسی وقت اسی جگہ اسے حاضر نہ کیا تو اس دنیا میں تیری ہستی اور اس زمین پر سمنگاں دکھائی نہ دے گا ۔

قسم خورشید کی نوری زرہ جس کے بدن پر ہے
قسم مہتاب کی جو لشکرِ انجم کا افسر ہے
قسم ہے کہکشاں کی جو کمانِ چرخِ اخضر ہے

قسم ہے آسماں کی جو شفق کے خون سے تر ہے
دکھائی دوگے یوں تم آب خنجر کی روانی میں
بہیں ٹوٹی ہوئی کشتی کے تختے جیسے پانی میں

شاہ سمنگان:- تو ایسے دعوے سے باتیں کر رہا ہے گویا تباہی تیرے اشارے اور تیرے غصے کا نام ہے۔ انسان اتنا خوفناک نہیں ہوتا۔ میں تیرا نام جاننا چاہتا ہوں۔

رستم:- میرا نام سنتے ہی اس دربار کی دیواریں کانپ اٹھیں گی۔ یہ شراب اور غرور کے نشے سے سرخ چہرے زرد ہو جائیں گے اور آندھی کے تھپیڑے سے ہل گئے ہوئے درخت کی طرح تھرتھراتا ہوا تخت سے نیچے گر پڑے گا ۔

روح یوں لرزے گی گویا دب گئی ہے برف میں
اس قدر ہیبت ہے میرے نام کے ہر حرف میں
شور سے گونجا ہوا ہر شہر ہر ویرانہ ہے!
نام میرا شیر کا ایک نعرہ مستانہ ہے

شاہ سمنگان:- چاہے تیرا نام سنتے وقت ہمارے کانوں کے پاس ہزاروں بادل ایک ساتھ گرج اٹھیں پھر بھی ہم تیرا نام ضرور سننا چاہتے ہیں۔

رستم:- ان بازوؤں کی طاقت نے شہرت کی سنہری روشنائی سے ایران اور توران کے ذرہ ذرہ پر میرا نام لکھ دیا ہے۔ میں سام اور نریمان کا جگر بند، زال ورودابہ کا فرزند زابلستان کا جوہر فارس کا مددگار ۔

شاہ کیکاؤس کے اقبال کی تنویر ہوں
فاتح ملک شجاعت مالک شمشیر ہوں
تیرو ترکش میرے خادم گرز ہے ہمدم میرا
کام ہے میداں نوازی نام ہے رستم میرا

(سب چونک پڑتے ہیں! شاہ گھبرا کر تخت سے اترتا ہے)



شاہ سمنگان:- (تخت سے اترتے ہوئے) رستم۔ رستم کیا وہی رستم جس کی سوکتاب ہستی پر آج ایران فخر کرتا ہے۔

رستم:- ہاں میں وہی رستم ہوں۔ گھوڑا دو یا جنگ کرو۔ بولو زندگی اور موت دونوں میں سے کسے پسند کرتے ہو۔

شاہ سمنگان:- نامور رستم۔ ایرانی اور تورانی تلواروں کے ٹکرانے کی جگہ شاہی دربار نہیں میدان جنگ ہے۔ آئیے بیٹھئے۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ میں میزبان اور دوست کی حیثیت سے آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

رستم:- اس دنیا میں میرا سب سے بڑا دوست میرا وفادار گھوڑا ہے۔ جب تک وہ نہ مل جائے میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔

شاہ سمنگان:- آپ دو روز کے لئے ہماری مہمانی قبول کیجئے۔ سمنگان سے رخصت ہونے سے پہلے آپ کا گھوڑا آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔

رستم:- اپنا وعدہ پورا کرو گے۔

شاہ سمنگان:- اگر انسان ہونے کا دعوےٰ ہے۔

رستم:- مہمان بنا کر دھوکا تو نہیں دو گے۔

شاہ سمنگان:- اگر کمینہ کہلانے کی شرم ہے۔

پیلسم:- ٹھہریئے۔ جلالت مآب ٹھہریئے۔ اس تاج و تخت کی حفاظت کرنے والے جاں نثاروں کی طرف سے سمنگان کی وفادار رعیت کی طرف سے تورانیوں کی حمیت اور غیرت کی طرف سے میں یہ سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ آپ کس کی مرضی سے توران کے سب سے بڑے دشمن کو اپنا مہمان بنا رہے ہیں۔

شاہ سمنگان:- اس کا مطلب

پیلسم:- جس طرح رعایا اپنے بادشاہ کی اطاعت گزار رہتی ہے۔ اسی طرح بادشاہ بھی ملک کی آرزو اور رعیت کی مرضی کا تابع ہوتا ہے۔ جب تک بادشاہ اور رعیت کی مرضی میں اتفاق نہ ہو حکومت اور سلطنت کبھی قائم نہیں رہ سکتی۔

شاہ سمنگان :- میں دوبارہ پوچھتا ہوں کہ ان لفظوں کا مطلب کیا ہے۔

پیلسم :- آپ خود مختار اور آزاد نہیں۔ شہنشاہ افراسیاب کے ماتحت ہیں۔ اس لیے توران کے دشمن کو مہمان بنا کر دنیا میں تورانیوں کو بزدل اور بے ہمت ثابت نہ کیجیے۔ اس شرمناک جرأت کو نہ سمنگان کی رعیت معاف کرے گی اور نہ توران کا شہنشاہ افراسیاب معاف کرے گا۔

رستم :- افراسیاب۔ کون افراسیاب وہی جو صدہا مرتبہ نامردی سے میدان جنگ کو ذلیل کر چکا ہے۔ جو کتنی ہی بار رستم کی تلوار سے زندگی کی بھیک مانگ چکا ہے ؎

سرکشی میں جو فلک ہے روندے جانے میں زمیں
جس میں ہمت ہے نہ غیرت جس کی دنیا ہے نہ دیں
دم بھرے اس کا جو تجھ سا بزدل و نامرد ہے
وہ تیرا افراسیاب ان ٹھوکروں کی گرد ہے

پیلسم : (درباریوں سے) جس کے پہلے لفظ پر تلواروں کو میان سے تڑپ کر باہر نکل آنا چاہیے تھا اس کی بدزبانی کا جواب دینے کے لئے ابھی تک تمہاری زبانوں اور ہاتھوں کو حرکت نہیں ہوئی۔ شرم ہے۔ تم پر اگر دنیا میں یہ زندہ رہے ہاں پڑھو۔ توران کا اقبال تابندہ رہے۔

(پیلسم اور اس کے ساتھی رستم پر حملہ کرتے ہیں۔ رستم حملہ آوروں کو شکست دینے کے بعد پیلسم کو زمین پر گرا کر خنجر نکالتا ہے)

(تبلیہ)



# باب ۱

## سین تیسرا

## سمنگان کی شاہی محل سرا

(شہزادی تہمینہ اور کنیزیں)

تہمینہ :- نیلا آسمان، ہنستا ہوا چاند۔ جگمگاتے ہوئے تارے۔ کتنی حسین رات۔ دن کے سوتے ہی دنیا کی خوبصورتی جاگ اٹھی۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ درخشاں نظارے قدرت کی شاعری ہے۔ اور رات چاندنی کی چادر اوڑھے ہوئے اس حسین شاعری کا مطالعہ کر رہی ہے۔

کنیز ۱:- اور مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سمنگان کی شہزادی کے حسن کا مقابلہ کرنے کے لئے نیلم کے تخت پر بیٹھی ہوئی رات کی ملکہ چاند کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنے سیاہ بالوں میں تاروں کے موتی پرو رہی ہے۔

تہمینہ :- تم نے میرے حسن کی تعریف کرنا کس سے سیکھا؛

کنیز ۱:- حسن کے مصاحب سے

تہمینہ :- کون مصاحب۔

کنیز نمبر ۲ :- آپ کا آئینہ۔ وہی جس کے اندر آپ کا چہرہ اس طرح نظر آتا ہے گویا چاندی کے چشمے میں سونے کا پھول تیر رہا ہے۔

تہمینہ :- آئینہ تو خوشامدی ہوتا ہے۔

کنیز نمبر ۱:- معاف کیجئے وہ بدصورت چہرے کی کبھی خوشامد نہیں کرتا۔

تہمینہ :- اری بیوقوف۔ عورت کا حسن وہم کا خواب۔ خیال کی حماقت اور یقین کی دیوانگی ہے۔ وہ خوبصورتی جو عمر بڑھنے کے ساتھ کم ہو جاتی۔ ڈوبتے

rekhta

ہوئے دن کی روشنی کی طرح پھیکی پڑ جاتی اور بجلی کی طرح چمک کر پھول کی خوشبو کی طرح اڑ جاتی ہے ۔ میں اس آنی اور فانی خوبصورتی کو عورت کے ساتھ جوانی کا مذاق سمجھتی ہوں سے

بہادر دلربائی ایک دھوکا ایک سایہ ہے
یہ کچا رنگ مٹی کے کھلونوں پر چڑھایا ہے
کہاں کا حسن پاگل ہے جو اترائے جوانی پر
ہوا سے بن گئی ہیں کچھ لکیریں بہتے پانی پر

(ایک کنیز کا داخلہ)

کنیز نمبر ۲:۔ حضور سنتے ہی اٹھئے گا میں آپ کے لئے اس پرانی دنیا کی ایک نئی خبر لائی ہوں ۔

تہمینہ :۔ نئی خبر

کنیز نمبر ۲:۔ جی ہاں نئی اچھوتی ۔کنواری خبر ۔ اس دنیا کے سارے جھگڑوں کی جڑ زر ۔ زمین ۔ زن ۔ سلطنت کے لئے عورت کے لئے لڑائیاں ہوا کرتی ہیں لیکن ایک گھوڑے کے لئے خون خرابہ ہوتے آج ہی دیکھا ۔

تہمینہ :۔ لڑائی ہوئی ۔ کہاں ۔

کنیز نمبر ۲ :۔ دربار میں

تہمینہ :۔ کس سے

کنیز :۔ ہمارے وزیر جنگ سلیم اور ایران کے سپہ سالار رستم سے ۔

تہمینہ :۔ ایران کے دربار کی زینت رستم ۔ سمنگان کے دربار میں کیسے آگیا ۔

کنیز نمبر ۲ :۔ اپنے کھوئے ہوئے گھوڑے کی تلاش میں

تہمینہ :۔ تو لڑائی کی وجہ

کنیز نمبر ۲:۔ انسانیت اور شرافت کا فرض سمجھ کر بادشاہ نے گھر آئے ہوئے قومی دشمن کو مہمان بننے کے لئے دعوت دی ۔ اس دعوت کو سلیم اور اس کے ہم خیال سرداروں



نے توران کی بے عزتی سمجھا اس بنیاد پر بات بڑھ گئی اور ایک خوفناک جنگ شروع ہو گئی ۔

تہمینہ :۔ کہاں رستم اور کہاں سمنگان ۔ تو ضرور کوئی خواب دیکھ کر آئی ہے ۔

کنیز نمبر ۲:۔ تلواروں کی گھٹا میں رستم کو بجلی کی طرح چمکتے ہوئے دیکھ کر مجھے بھی اس نظارہ پر خواب ہی کا دھوکا ہوا تھا ۔ لیکن حریف کو شکست دینے کے بعد جب رستم کو جہاں پناہ کے ساتھ آرام کے لئے محل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تب یقین ہوا کہ میں خواب نہیں دیکھ رہی جاگ رہی ہوں ۔

تہمینہ :۔ وہ سمنگان میں کب تک رہے گا ۔

کنیز :۔ پرسوں شام تک ۔ کیونکہ گھوڑے کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے بادشاہ نے دو روز کا وعدہ کیا ہے ۔

تہمینہ :۔ میں برسوں سے رستم کا پُر جلال نام اور اس کی جرأت اور دلیری کے عجیب و غریب قصّے سن رہی ہوں ۔ جب دشمن بھی بے اختیار ہو کر اس کی بے مثال بہادری کی تعریف کرتے ہیں تو میں سوچ میں پڑ جاتی ہوں کہ وہ کتنا اقبال مند اور کیسا شاندار آدمی ہو گا جس کی شہرت نے تمام دنیا کو فتح کر لیا ہے ۔ جی چاہتا ہے کہ ایک بار اسے چھپ کر دیکھوں اور معلوم کروں کہ دنیا اس کی اتنی تعریف اور اتنی عزت کیوں کرتی ہے ۔

کنیز نمبر ۲:۔ آپ رستم کو دیکھنا چاہتی ہیں ۔

تہمینہ :۔ اگر ممکن ہو لیکن چھپ کر اور وہ بھی صرف ایک بار

کنیز نمبر ۲:۔ لیکن یہ خیال رہے کہ رستم نے دنیا کو فتح کرنے کی قسم کھائی ہے ۔ آپ بھی دنیا کی حسین ترین شے ہیں ۔ محبت کی طاقت سے آپ کو بھی فتح نہ کرے ۔

تہمینہ :۔ تو مجھ سے مذاق کرتی ہے ۔

کنیز نمبر ۲:۔ یہ مذاق نہیں پیش گوئی ہے کیونکہ میں حسن و عشق کی قسمت کا حال بتانے والی نجومی ہوں ۔

(کنیزیں ہنستی ہیں ۔ تہمینہ شرم و حیا سے گردن جھکا لیتی ہے ۔)

# باب ۱

## سین چوتھا

## شاہی محل

(آراستہ خواب گاہ۔ رات کا وقت۔ خواب گاہ کی کھڑکیوں میں سے شہر سمنگان کے گھروں کی روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ شاہ سمنگان اور رستم بیٹھے ہوئے ہیں۔ چند غلام قریب ہی ہاتھ باندھے حکم کے منتظر کھڑے ہیں)

شاہ سمنگان:۔ پلیسم کی زندگی اُسے واپس دے کر آپ نے ثابت کر دیا کہ جو بہادر ہوتا ہے وہ رحم دل بھی ہوتا ہے۔

رستم:۔ لیکن معافی ملنے کے بعد بھی پلیسم کا چہرہ حسد کی آگ کے دھوئیں سے سیاہ ہو رہا تھا مجھے یقین نہیں کہ وہ میرے رحم کی قدر کرے گا۔

شاہ سمنگان:۔ اب رات کی آنکھوں میں بھی نیند کا خمار دکھائی دے رہا ہے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو شب بخیر کہوں۔

رستم:۔ اس مہربانی کا شکریہ

شاہ سمنگان:۔ میری دعا ہے کہ آپ آرام سے سوئیں اور مسرت کا خواب دیکھ کر ہنستے ہوئے بیدار ہوں۔

(غلاموں کے ساتھ جاتا ہے)

رستم:۔ موت کیا ہے ایک لمبی سانس اور نیند کیا ہے ایک مختصر موت۔ سونا اور مرنا دونوں ہی موت کی دو شکلیں ہیں۔ لیکن کیسے تعجب کی بات ہے کہ انسان ایک کو آرزوؤں اور التجاؤں سے بلاتا اور دوسرے کا نام سنتے ہی خوف



سے کانپ اٹھتا ہے ۔

آسماں کے ہاتھ میں ہے چاند کا زریں ستار
گونج اٹھے نغمۂ راحت سے اس کا تار تار
رات تھوڑی رہ گئی ہے صبح ہے جانا مجھے
ہاں سناؤ اے ستارو نیند کا گانا مجھے

(رستم سو جاتا ہے۔ پلیسم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چوروں کی طرح دبے پاؤں داخل ہوتا ہے)

پلیسم:۔ خاموش۔ آہستہ آہستہ پیروں کے نیچے کی زمین بھی تمہارے پاؤں کی آواز نہ سن سکے۔

ہمراہی نمبر ۱:۔ ہاتھ میں چمکتے ہوئے خنجروں کی طرح ہمارے پاؤں بھی ہمارے قبضے میں ہیں۔ بڑھو۔

پلیسم:۔ ٹھہرو۔ بڑھنے سے پہلے اپنی حمیت اور ہمت کا ایک بار پھر امتحان کر لو۔ رستم کے ہاتھ سے سر دربار ذلیل ہونے کے بعد تم اپنی بے عزتی پر صبر کر چکے تھے۔ لیکن میں نے اپنی تقریر سے تمہاری مردہ ہمتوں میں جان ڈالی۔ تمہارے خون میں جو پانی بن گیا تھا پھر سے سرخی اور گرمی پیدا کی اور تم سب نے اپنی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی۔

ہمراہی نمبر ۱:۔ دہرانے کی ضرورت نہیں ہمیں اپنی ذلت بھی یاد ہے اور قسم بھی۔

ہمراہی نمبر ۲:۔ دنیا کا خیال ہے کہ سیاہ چیز پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا۔ آج ہم اس خیال کو غلط ثابت کرنے کے لئے رستم کے خون سے رات کی سیاہ چادر کو سرخ بنانے آئے ہیں۔

پلیسم:۔ تب جاؤ پہلے اس کے گرز اور ترکش پر قبضہ کر لو (ساتھی رستم کا گرز اور ترکش اٹھا لیتے ہیں) دیکھتے ہو کس اطمینان اور آرام سے سو رہا ہے۔ دشمنوں کے ملک میں دشمنوں کی چھت کے نیچے تم نے کسی انسان کو اس طرح نڈر ہو کر سوتے

ہوئے نہ دیکھا ہو گا۔ گویا یہ فیصلہ کرنے کے بعد سویا ہے کہ دنیا میں اور سب کچھ ہے لیکن فکر ڈر اور موت نہیں ہے (چھری مارنے جاتا ہے)

ہمراہی نمبر ۱:- (تہمینہ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھ کر) ہوشیار۔ کوئی آ رہا ہے۔

پیلسم:- یہ کون تہمینہ رستم کی خواب گاہ میں سمنگان کی شہزادی جس طرح اس کے باپ نے دشمن کو مہمان بنا کر سارے توران کو بے عزت کیا۔ اسی طرح یہ بھی جوانی کے نشہ سے اندھی ہو کر رستم کی آغوش میں اپنے کو ذلیل کرنے آئی ہے۔

ہمراہی نمبر ۳: چھپ جاؤ اور سنو۔ اس کی باتوں سے اس کا ارادہ ظاہر ہو جائے گا۔

پیلسم:- اگر یہ ناپاک ارادہ اور پراگندہ خیال لے کر آئی ہے تو ختم ہے سمنگان کی عزت کی سے

نہ رہنے دوں گا کوئی نقش اس شاہی نگینے میں
یہ خنجر بھونک دوں گا سب سے پہلے اس کے سینے میں
ہزاروں کھیل دیکھے دیکھنا تم یہ تماشا بھی
تڑپتا ہو گا رستم کی بغل میں اس کا لاشہ بھی

(سب چھپ جاتے ہیں۔ تہمینہ خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتی ہوئی داخل ہوتی ہے)

تہمینہ:- شرم اور دل کی جنگ کسی طرح ختم نہیں ہوتی۔ شرم کہتی ہے لوٹ جا اور دل کہتا ہے آگے بڑھ۔ (سوچتی ہے) اگر وہ جاگ کر پوچھ بیٹھا کہ تم کون ہو کیوں آئی ہو شرم سے سر جھکا لینے کے سوا اور کیا جواب دے سکوں گی۔ ہمت مجھے سہارا دے۔ (آہستہ آہستہ قریب جا کر رستم کو دیکھتی اور حیرت زدہ ہو جاتی ہے) کیا دیکھا۔ نیند کی انگوٹھی میں ایک بیش قیمت ہیرا۔ جو بہادری نیکی۔ شرافت کی روشنی سے چمک رہا ہے۔ ایک زمین کا چاند جس کے سامنے آسمان کا چاند بھی کرنوں کا دامن پھیلا کر خزانۂ حسن کی بھیک مانگ رہا ہے ؎

تجلی تبسم کی اور دبدبہ ہے بادشاہوں کا



یہ چہرہ دیکھنے سے نور بڑھتا ہے نگاہوں کا

(دوبارہ جھک کر غور سے دیکھتی ہے۔ رستم جاگ اٹھتا ہے)

رستم:- (پلنگ سے دھیرے اٹھ کر) آنکھو یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں ؎

عجب چہرہ ہے جس کو حسن کی کرنوں نے گھیرا ہے
یہ جلوہ ہے کہ چاند چاندنی ہے یا سویرا ہے

(تہمینہ جانا چاہتی ہے۔ رستم روکتا ہے) ٹھہرو۔ اندھیری رات میں حسن کا چراغ لے کر آنے والی حسینہ تم۔ تم کون ہو۔

تہمینہ:- اس سے زیادہ آپ کو جاننے کی ضرورت نہیں کہ میں سمنگان کی ایک شریف لڑکی ہوں۔

رستم:- تمہارا نام

تہمینہ:- تہمینہ

رستم:- اور جس کی زندگی کے باغ میں یہ حسین پھول پیدا ہوا ہے اس باغبان کا نام۔

تہمینہ:- شاہ سمنگان (رستم چونکتا ہے) دوست اور دشمن ہر ایک کی زبان اقرار کرتی ہے کہ آپ انسانوں میں عظیم ترین انسان۔ اور دنیا کی ستوت ہستیوں میں عجیب و غریب ہستی ہیں۔ آپ کے حوصلے اور جرأت کے قصے سن سن کر میرے دل مدت سے خواہش تھی کہ آپ کی زیارت کروں۔ آج وہ تمنا پوری ہوئی اجازت چاہتی ہوں (دھیرے دھیرے دروازے کی طرف لوٹتی ہے)

رستم:- کیا میں وہی رستم ہوں۔ کتنا عجیب انقلاب۔ دنیا فتح کرنے والے کو آج ایک عورت کے حسن نے فتح کر لیا ہے (بے تابانہ)

یہی ہے جس سے ہر شے ہے حسین و زرنگار اتنی
کہاں سے لاتی دنیا ورنہ حسن اتنا بہار اتنی
سنو ٹھہرو دیکھیں منہ پھیر کر کیوں خستہ جانوں سے

سمنگان کا یہی دستور ہے کیا مہمانوں سے

تہمینہ: سمنگان اچھی طرح اپنے مہمانوں کی عزت کرنا جانتا ہے۔ کیا یہ مہمانی آپ کے لئے تکلیف کا باعث ہوئی۔

رستم: ۔

ہو گیا بیگانہ کیوں آرام و ضبط و ہوش سے
پوچھئے یہ حال میری حیرت خاموش سے
جب سے میں جاگا ہوں لب ہیں اور آہ سرد ہے
جس جگہ پہلو میں دل تھا اب وہاں پر درد ہے

تہمینہ: مرض سے بے پرواہی مرض کا علاج نہیں ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں شاہی حکیم کو طلب کروں۔

رستم: روح کی بیماری کا علاج پیغمبر کرتے ہیں۔ جسم کی بیماری کا علاج حکیم کرتے ہیں ۔

بس اب اس زندگی میں زندگی کا مدعا تم ہو
مرے غم کی شفا تم ہو مرے دل کی دوا تم ہو

(تہمینہ کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ تہمینہ غصہ سے جھٹکا دے کر)

تہمینہ: میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ تمہاری شرافت پر بھروسہ کرنا میری غلطی تھی۔ یاد رکھو اپنی عصمت و آبرو کی حفاظت کے وقت سمنگان کی ہر شریف لڑکی رستم سے زیادہ طاقتور ہے۔

رستم: (حیرت سے) یہ کیا میری محبت کے پاک جذبہ کو تم شک کی نظر سے دیکھتی ہو۔ میں کمینہ نہیں شریف ہوں۔ شریف اپنے خون سے اپنے جسم کو رنگ دے گا لیکن ذلت کے دھبوں سے اپنے نام اور عزت کو کبھی داغدار نہ کرے گا۔

تہمینہ: معاف کرنا میں یہ سمجھی . . .

رستم: تم جو بھی سمجھیں غلط سمجھیں۔ رواج۔ مذاہب اور شادی کے مقدس قانون کے مطابق جو لڑکی میری قسمت میں برابر کی شریک ہو کر زندگی سے موت



تک میرے رنج و راحت کی حصہ دار ہوگی۔ اس کے سوا رستم ہر جوان لڑکی کو اپنی بہن اور بوڑھی عورت کو اپنی ماں سمجھتا ہے ۔

کبھی ہوگا نہ داغ جرم سے چہرہ خجل میرا
نہ گندی ہے نظر میری نہ ہے ناپاک دل میرا

تہمینہ: دنیا کی ہر دوشیزہ لڑکی آپ جیسے شریف اور بہادر کی لونڈی بننا اپنی خوش نصیبی سمجھے گی۔ لیکن اس بات کو نہ بھولئے کہ میں تورانی ہوں اور آپ ایرانی۔

رستم: تو کیا تم محبت کو ایران اور توران کے لفظوں میں قید سمجھتی ہو۔ محبت کا کوئی مذہب کوئی قوم کوئی وطن نہیں ہے۔ محبت خدا کے رحم کی طرح ذات اور قوم کو نہیں صرف دل کی خوبیوں کو پوجتی ہے۔ محبت مذہبی تعصب۔ ملکی نفرت۔ قومی دشمنی۔ ذاتی غرور، ہر اندھیرے کو سورج کی روشنی بن کر دور کر دیتی ہے محبت پورب اور پچھم کی طرف بہتے ہوئے دو دریاؤں کو ایک بنا کر ایک راستے پر چلنے کے لئے مجبور کر دیتی ہے ۔

محبت کی نگاہوں میں اندھیرا بھی سویرا ہے!
نہ تورانی نہ ایرانی نہ تیرا ہے نہ میرا ہے!
نئی تحریر لکھیں آؤ قسمت کے نوشتے میں!
زباں سے ہاں کہو بندھ جائیں دو دل ایک رشتے میں

تہمینہ: اس بات کے جواب دینے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔ ایشیا کی لڑکی شادی کے بعد شوہر کی اور شادی سے پہلے باپ کے حکم کی اطاعت کرتی ہے۔

رستم: رستم اور تہمینہ کی شادی سے ممکن ہے کہ آئندہ کے لئے ایران اور توران کو دوست بنا دے۔ اس لئے مجھے کامل یقین ہے۔ تمہارے صلح پسند والد اس رشتہ کو ضرور منظور کریں گے ۔

ناامیدوں کو نوید راحت و آرام دیں

ایک ہو کر آؤ دنیا کو نیا پیغام دیں

(تہمینہ شرما کر سر جھکا لیتی ہے۔ پیلسم ہمراہیوں کے ساتھ پوشیدہ مقام سے باہر نکلتا ہے)

پیلسم:- غافل ہے باندھ لو (پیلسم کے ساتھی پیچھے سے رستم کو موٹی زنجیروں میں جکڑ لیتے ہیں)

تہمینہ:- تم کون ہو۔

رستم:- یہ کیا۔

پیلسم:- غرور کا جواب۔ توران کی ذلت کا بدلہ ؎

تیری نخوت تیری تقدیر نے دھوکا دیا تجھ کو
سمنگان کی زمیں پر لائی تھی تیری قضا تجھ کو
نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی ہم وطن ہوگا
زمیں تیرا جنازہ آسمان تیرا کفن ہوگا

احسان فراموش۔ دغا باز جس طرح کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا پھینک دیتے اسی طرح میں نے دربار میں تیری چھینی ہوئی تلوار اور حقیر زندگی رحم کر کے تجھے دے دی تھی۔ اگر تیری ماں کے دودھ میں غیرت کا ایک قطرہ بھی ہوتا تو ذلت کو بے حیائی کی فتح سمجھ کر دوبارہ میرے روبرو آنے کی جرأت نہ کرتا ؎

گیدڑ نے پھر سے روپ بھرا ہے دلیر کا
چہرہ لگا کے آیا ہے گردن پہ شیر کا
آنکھیں ہیں لال خوف سے کیوں رنگ زرد ہے
بے شرم تو شریف ہے جری ہے نہ مرد ہے

اب یہ کہو اس زنجیر کے لوہے میں نرمی اور اس دل میں تیرے لئے رحم پیدا نہیں کر سکتی ؎

مری شرافت پہ کرے حملے ذہن میں جب تک تری زباں ہے



یہ لن ترانی یہ بد زبانی بجھی ہوئی آگ کا دھواں ہے

رستم:- شرافت، ان قدموں میں بیٹھ کر جن ہونٹوں سے اپنے بزدل اور ذلیل ہونے کا اقرار کر چکا ہے ان ہونٹوں سے شرافت کے لفظ کو بے عزت نہ کیجئے تو اس دنیا ہی میں پیدا نہیں ہوا جس میں شرافت اور شریف رہتے ہیں ؎

بے غیرتی کی آگ سے دوزخ ہے دل کا گرم
بازو میں تیرے زور نہ آنکھوں میں تیری شرم
تو بھی کثیف ہے ترا دل بھی کثیف ہے
کتّے گلی کا تجھ سے زیادہ شریف ہے

پیلسم:- ہاتھی کو پکڑنے کے لئے جنگل میں گڑھا کھودنا۔ سامنے سے آتے ہوئے شیر پر دور سے تیر چلانا۔ بھیڑیئے کے پنجے میں پنجہ ڈال کر لڑنے کے بدلے دس قدم پیچھے ہٹ کر اسے برچھا مارنا۔ اگر یہ نامردی اور کمینہ پن نہیں ہے تو دشمن کو شمشیر کے بدلے تدبیر سے شکست دینا بھی دنیا میں شرافت کے خلاف نہیں ہے ؎

فتح پانے کے لئے یہ آخری اوزار ہے
گر نہ خنجر کی طرح دھوکا بھی اک ہتھیار ہے

رستم:- دھوکا شیر دل شریفوں کا نہیں۔ لومڑی کا دل اور بچھو کی روح رکھنے والے کمینوں کا حربہ ہے۔ ایک شریف دغا اور فریب سے دشمن پر فتح حاصل کرنے کو فتح نہیں اپنی شرافت کی شکست اور اپنی تلوار کی بے عزتی سمجھتا ہے ؎

جری کی آبرو اور جان پیاری ہے کمینے کو
بہادر جانتا ہے موت بے شرمی کے جینے کو

پیلسم:- اب تیرا جینا اور مرنا دونوں ہمارے قبضے میں ہے۔ اپنی روح سے کہو کہ جسم سے نکل کر موت کی پیشوائی کرے (رستم کے سینے میں تلوار بھونکنے کے لئے بڑھتا ہے)

تہمینہ :۔ خبردار (پلیسم کی کلائی پر زور سے گھونسہ مارتی ہے۔ پلیسم کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ جاتی ہے۔ تہمینہ تلوار پر پاؤں رکھ کر کھڑی ہو جاتی ہے) انسانیت کی پیشانی پر شرم کے دھبے تو شیر کو دھوکے سے زنجیروں میں جکڑ کر اس کے خون سے اپنی ذلیل تلوار کے منہ پر بہادری کا غازہ ملنا چاہتا ہے تف ہے تجھ پر مجھے آج معلوم ہوا کہ سمنگان کی مائیں تیرے جیسے کمینے لڑکے بھی پیدا کرتی ہیں ؎

چاہتا ہے تو کہ سر جھک جائے سارے ملک کا
نام رسوا کر رہا ہے تو ہمارے ملک کا
یہ فریب اتنا حسد۔ انسان کو انسان سے
یوں دغا کرتے نہیں حیوان بھی مہمان سے

پلیسم :۔ بدکار۔ بدچلن۔ ملک کے دشمن کو اپنی عزت نذر کرنے کے بعد ہمیں ملک کی عزت کرنا سکھا رہی ہے۔

تہمینہ :۔ بدکار۔ بدچلن۔ کیا کہا۔ موذی۔ نمک حرام (غصے میں دوڑ کر پلیسم کا گلا پکڑ لیتی ہے) ؎

یہ بل۔ یہ جوش یہاں تک بڑھا جنوں تیرا
میں پی کے چھوڑوں گی ان ناخنوں سے خون تیرا

پلیسم :۔ (گلا چھڑانے کے بعد) باندھ لو (پلیسم کے دو ساتھی دو طرف سے تہمینہ کی کلائیاں پکڑ لیتے ہیں۔)

تہمینہ (ہاتھ چھڑاتے ہوئے) چھوڑ دو کمینو مجھے چھوڑ دو۔ اس پاجی کو اپنے گندے منہ کے ہر لفظ کا ثبوت دینا ہوگا۔ میں اس سے اپنی عزت کا جواب مانگتی ہوں۔ کتے جو کہا ہے اُسے ثابت کر ؎

مرد ہے تو اپنی غیرت کو ذرا للکار دے
ایک تو تلوار لے اور اک مجھے تلوار دے



رستم :۔ بدبخت۔ بیوقوف۔ رحم و درگزر کو بھی مجبوری سمجھتے ہیں۔ پلیسم میری برداشت پر غلط بھروسہ نہ کر۔ میں اور سب کچھ دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن بچے کی تکلیف۔ بوڑھے پر ظلم اور عورت کی بے عزتی کبھی نہیں دیکھ سکتا۔

پلیسم :؎ دیکھنا ہی ہوگا جو کچھ ہے تری تقدیر میں
دیکھنے ہی کے لئے باندھا ہے اس زنجیر میں

رستم :۔ ؎ باندھ رکھنے کے لئے کافی یہ تدبیریں نہیں
گھاس کے تنکے ہیں یہ لوہے کی زنجیریں نہیں

(زنجیر توڑ کر گرز اٹھانے کے لئے دوڑتا ہے)

گرز ترکش کیا ہوئے۔ اچھا مری ہمت تو ہے
ہاتھ میں حربہ نہیں پر ہاتھ میں طاقت تو ہے

(گرز نہ پا کر چھت کا کھمبا کھینچ لیتا ہے اور اس سے پلیسم اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کرتا ہے)

(لڑائی ٹیبلو)

# پہلا ڈراپ ختم

# باب ۲

## سین پہلا

## سمنگان کا شاہی محل

تہمینہ:- امید اور انتظار میں ہوا کے جھونکے کی طرح زندگی کے سولہ برس گزر گئے۔ یا خدا عورت کا دل اتنا کمزور اور مرد کا دل اتنا بے رحم ہوتا ہے عورت محبت کا نشہ پی کر تمام عمر ہوش میں نہیں آتی اور مرد پیالہ ہونٹوں سے جدا ہوتے ہی اس شراب کی لذت اور سرور کو فراموش کر دیتا ہے ؎

دل کی فضا میں برق سی چمکی نکل گئی
کیا دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بدل گئی
پیا ما تھا نشہ عیش و خوشی کا شباب تھا
شادی نہ تھی وہ میری جوانی کا خواب تھا



# باب ۲

## سین دوسرا

## توران کا شاہی محل

(امرائے سلطنت کے ساتھ جوش اور غصے کی حالت میں توران کے شہنشاہ افراسیاب کا داخلہ)

افراسیاب:- توران کے سب سے بڑے دشمن رستم کو اپنا مہمان بنا کر اپنی بیٹی تہمینہ کا حسن شباب نذر دینا۔ اس شادی کے شرمناک نتیجے سہراب کی پیدائش کا حال پندرہ برس تک اپنے آقا اور شہنشاہ سے پوشیدہ رکھنا کیا مجرمانہ جرات نہیں ہے۔ کیا یہ تورانیوں کی توہین اور شہنشاہ توران سے کھلی ہوئی بغاوت نہیں ہے سمنگان کے شاہی محل میں رہنے والے نمک حرام کی نمک حرامی کی سفارش کر رہی ہے۔ اس لئے میری رگ رگ میں گرجتا ہوا غصے کا طوفان ایران کی تباہی تک خاموشی اختیار کرے گا۔ اس کے بعد تیرے لئے نہ معافی ہے نہ زندگی ہے ہومان۔ بارمان۔

ہومان۔ بارمان:- (ہاتھ باندھ کر) ولی نعمت

افراسیاب:- میرا حکم تھا کہ تورانی لشکر کے بارہ ہزار بہادر سامان جنگ کے ساتھ سفر کے لئے تیار رہیں۔

ہومان۔ بارمان:- (ہاتھ باندھ کر) خداوند!

افراسیاب:- سمنگان کے بادشاہ کا نواسہ سہراب کیکاؤس کے سر کو شاہی تاج سے محروم کرنے کے لئے ایران کی سرزمین کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندنا چاہتا

ہے میرا تحفہ ہے کہ تم آج ہی سمنگان روانہ ہو جاؤ۔ سہراب سے کہنا کہ تم ایران کی مغرور چھاتی میں توران کی عزت کا جھنڈا گاڑنے جا رہے ہو۔ اس لئے توران کا شہنشاہ افراسیاب تمہاری کامیابی کے لئے دعا کرتا اور فتحیابی سے قبل ہی تمہیں ایران کی فتح کی مبارکباد دیتا ہے

ہومان:۔ جہاں پناہ نے جو حکم دیا ہے ہم دونوں غلام اس کے ایک ایک حرف کی تعمیل کریں گے۔

افراسیاب:۔ سنو۔ قدردانی یا ہمدردی کے جذبے نے مجھے سہراب کی مدد پہ مائل نہیں کیا۔ سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہے۔ اور بڑا ہو کر سانپ ہی کی طرح ڈستا ہے۔ رستم کی خونی طاقت کا وارث سہراب زندہ رہا تو ایک دن وہ بھی توران کے تاجدار کے لئے دوسرا رستم ثابت ہوگا۔ ضرورت ہے کہ پہلے جوان بیٹے کے ہاتھ سے بوڑھے باپ کو قتل کرادوں اس کے بعد دعوت میں بلا کر زہر یا خنجر سے سہراب کا بھی خاتمہ کر دوں اس لئے کوشش کرنا کہ میدان جنگ میں قسمت کا آخری فیصلہ ہونے تک باپ بیٹے ایک دوسرے کو پہچان نہ سکیں۔ سمجھ گئے۔ عالیجاہ! دیوان خانے میں انتظار کرو۔ میں بہت جلد تحفے کی کشتیاں اور اپنا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ سب کچھ بھولنا لیکن دو باتیں نہ بھولنا میرا حکم اور اپنا فرض

ہومان۔ بارمان:۔ شاہی اقبال کی فتح (سر جھکا کر جاتے ہیں)

افراسیاب:۔ (وزیر سے) سنتے ہو میرا حکم ہے کہ آج سے ہر وقت گھوڑوں کی پیٹھ پر زین اور تورانی بہادروں کے جسم پر زرہ بکتر اور ہتھیار سجے رہیں رستم کی موت کی خبر ملتے ہی میں بجلی کی طرح اپنی پوری طاقت کے ساتھ ایران کے سر پر ٹوٹ کر اس کے غرور کو ریزہ ریزہ کردوں گا اور وہی دن میری زندگی کا بہترین دن ہوگا۔

وزیر:۔ اعلیٰ حضرت یہ سلطنت کا قدیم نمک خوار حضور کی خیر خواہی اور ملک کی بہبودی



کے خیال سے کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔

افراسیاب:۔ عرض۔ عرض تو ہمیشہ عرض اور گزارش کی آڑ میں مابدولت کے جوش کو سرد کرنے کے لئے وعظ شروع کر دیتا ہے۔ بول۔ عرض کر لیکن یہ خیال رکھ کہ ایران پر حملہ کرو اور کے کاؤس کو تباہ کر دو۔ ان دو جملوں کے سوا میں اور کچھ سننا نہیں چاہتا۔

وزیر:۔ میری یہ عرض ہے کہ آپ اپنی رعیت کے مالک ہیں۔ لیکن آسمان کی گردش قسمت کی تحریر اور خدا کی مرضی کے مالک نہیں ہیں۔ یہی باعث ہے کہ اپنی طاقت اپنا خزانہ اپنی رعیت کے لاکھوں نوجوانوں کی زندگیاں برباد کر کے بھی آپ آج تک ایران کو تباہ نہ کر سکے۔ جب ایران کی تباہی خدا کو منظور نہیں ہے تو ایران پر حملہ کرنا خدا کی مرضی سے جنگ کرنا ہے۔

افراسیاب:۔ میرا دماغ پچھلی ذلتوں کی یاد سے دوزخ بنا ہوا ہے اس لئے میں سہراب کو اپنا غضبناک حربہ بنا کر ایران سے ضرور بدلہ لوں گا۔

وزیر:۔ میں معافی مانگ کر پھر عرض کروں گا کہ ملک اور سلطنت کی بہبودی اسی میں ہے کہ جو کچھ ہے اس کی حفاظت کیجئے۔ اور جو نہیں ہے اور نہیں مل سکتا اُسے زبردستی حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیجئے۔

نہ زندگی ہے ہمارے بس میں نہ موت ہی اختیار میں ہے۔
کسے بنانا کسے مٹانا یہ قبضہ کردگار میں ہے
نہ دیکھئے ایران سے عداوت نہ ہوگا کچھ اور نہ ہو سکا ہے
ادھر ہیں آپ اُدھر ہے قدرت اِدھر بشر ہے اُدھر خدا ہے

افراسیاب:۔ میں خدا کی مرضی کو مجبور کروں گا کہ ایران کی قسمت کی تحریر افراسیاب کے قلم سے دوبارہ لکھی جائے۔ افراسیاب کی غلامی ایران کی آخری قسمت ہے۔

وزیر:۔ جہاں پناہ! بادشاہ رعیت کا باپ ہوتا ہے آپ باپ ہو کر اپنی رعایا کے بوڑھوں کو بے اولاد، بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ بنا دیجئے۔ رعیت کے خون

rekhta

پسینے کی کمائی کا جو روپیہ آپ قہر و غضب کی نمائش فوج کی تیاری اور جنگ کا سامان خریدنے پر خرچ کر رہے ہیں وہی روپیہ رعایا کے بچوں کی تعلیم، یتیموں، بیواؤں کی پرورش، بھوکے کسانوں اور غریب مزدوروں کی ترقی و فلاح میں خرچ کیجئے ؎

بچاتا ہے یہی دشمن کے حملوں اور بلاؤں سے
کوئی لشکر نہیں بڑھ کر رعایا کی دعاؤں سے
وہی ہے بادشہ رکھتا ہے جو حربہ محبت کا
زمانہ اس نے جیتا جس نے دل جیتا ہو رعیت کا

افراسیاب:۔ تیری پچھلی وفاداریوں اور خدمتوں کا خیال کر کے میں اب تک تجھے معاف کرتا رہا لیکن اب دیکھتا ہوں کہ تو میرے رحم کو غضب سے بدلنا چاہتا ہے ۔

وزیر:۔ خداوند نعمت۔ تنخواہ اور انعام کے روپوں سے اپنی جیبیں بھرنے کے لئے اپنے آقا کو غلط راستے کی طرف لے جانا خدمت نہیں ہے۔ بلکہ جان و مال سے بے پرواہ ہو کر مالک کی بھلائی کے لئے سچائی کا آئینہ بن کر اس کی بھول اس کے سامنے ظاہر کر دینا ہی حقیقی جاں نثاری اور سچی وفاداری ہے ۔

جسے خدا سے خطر، حق پر نگاہ نہیں
وہ زر کا یار ہے مالک کا خیرخواہ نہیں
جہاں میں جھوٹ خوشامد ہی جس کا دھندا ہے
وہ صرف پیٹ کا کتا غرض کا بندہ ہے

افراسیاب:۔ معلوم ہوا تو ضرور رشوت لے کر ایرانیوں سے مل گیا ہے، لے جاؤ اس دوست کے لباس میں چھپے ہوئے دشمن کو قتل کر دو۔ اگر یہ زندہ رہا تو اپنی نامردانہ باتوں سے تمام تورانیوں کو بزدل بنا دے گا (چلا جاتا ہے)

وزیر:۔ ظالم بادشاہوں سے تمام زندگی کی خیرخواہی اور وفاداری کا آخر میں یہی انعام



ملتا ہے۔ ان مغرور کے بولتے ہوئے پتلوں کی نظر میں سچ بولنا دنیا کا سب سے بڑا جرم ہے۔ چوری ڈاکہ۔ دھوکہ۔ قتل۔ بغاوت یہ ہر گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ لیکن سچائی کا جرم کبھی معاف نہیں کرتے۔ (سپاہی سے) اچھا سچ بولنے کی سزا دینے کے لئے مجھے موت کی عدالت کی طرف لے چلو ؎

ریت کی دیوار پہ بنیاد ہے ہر بات کی
بادشاہوں کی عنایت دھوپ ہے برسات کی

# باب ۲

## سین تیسرا

## سمنگان کا شاہی محل

(شاہ سمنگان۔ تہمینہ۔ کنیزیں۔ بارمان اور ہومان موجود ہیں)

شاہ سمنگان:۔ بیٹی۔ بادل کے کمان سے نکل کر زمین کی طرف آتا ہوا بجلی کا تیر اور سہراب کا ارادہ ہماری منتوں سے اپنا راستہ نہیں بدل سکتا اس لئے اپنی ممتا کو اس کی سرکش مرضی کے ساتھ صلح کرنے کے لئے مجبور کرو۔

ابا جان۔ میری زبان نے مجبوری سے اسے ایران جانے کی اجازت دے دی ہے۔ لیکن ممتا کی آگ سے جلتا ہوا دل ابھی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں ہے ؎

ادھر کہتا ہے وہ مان مجھ کو قسمت آزمانے دے
ادھر کہتا ہے دل میرا نہ جانے دے نہ جانے دے
نہ وہ مانے نہ یہ مانے کروں کیا سخت مشکل ہے
ادھر بپھرا ہوا سہراب ادھر بگڑا ہوا دل ہے

ہومان:۔ محترم بانو۔ توران کے شہنشاہ افراسیاب نے محبت کے تحفوں کے ساتھ تورانی فوج کے جو بارہ ہزار بہادر بھیجے ہیں۔ ان میں کا ہر سپاہی بارہ ہزار دلیروں کی طاقت کا مالک ہے۔ ان بارہ ہزار تورانی شیروں کے ساتھ آپ کا فرزند



جس سرزمین پر قدم رکھے گا ؎

سر جھکا دے گا زمانہ جبہ سائی کے لئے
آئے گی خود فتح بڑھ کر پیشوائی کے لئے
غم نہ کیجئے آپ اس کے نیک و بد کے واسطے
قسمت و اقبال حاضر ہیں مدد کے واسطے

(سہراب کا جوش میں داخلہ)

سہراب:۔ رستم کا فرزند اپنے بازو اور تلوار کے سوا کسی سے مدد کا طلبگار نہیں ہے۔ (ہومان۔ بارمان سے) میں نے صرف ناشکر گذاری کے الزام سے بچنے کے لئے تاجدار توران کی فوجی مدد قبول کر لی ہے۔ لیکن سہراب تورانی لشکر کے اعتماد پر نہیں اپنی جرأت و طاقت کے بھروسہ پر ایران کے غرور کو للکارنے جا رہا ہے۔ خدا میرا محافظ۔ ہمت میری ہمدم۔ تلوار میری خادم۔ میدان جنگ میرا راستہ اور کیکاؤس کا تخت میرے سفر کی آخری منزل ہے۔ اس سفر کے آغاز کا نام ہے استقلال اور اس سفر کے خاتمے کا نام ہے فتح۔

بارمان:۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ آپ اپنے زور بازو سے ضرور ایران کی تاریخ بدل دیں گے۔

ماں جب رستم کی پیدائش پر آسمان زمین کو مبارکباد دیتا ہے۔ جس رستم کا نام سن کر بہادری غرور کے نشے سے جھوم اٹھتی ہے۔ اس رستم کا بیٹا ہونا میرے لئے شرم کا نہیں فخر کا باعث تھا پھر آج تک میری حقیقت کو پردے میں رکھنے کی کیا وجہ تھی ؎

دل میں رکھا راز دنیا کو خبر ہونے نہ دی
شام گمنامی کی تم نے کیوں سحر ہونے نہ دی

تہمینہ:۔ اس غصے اور رحم بھرے سوال کا جواب ماں سے نہیں ماں کی ممتا سے پوچھ تیری پیدائش کا راز ظاہر ہو جانے سے اندیشہ تھا کہ تیرا باپ تجھے اپنے پاس

بلا کر میری دنیا کی روشنی مجھ سے چھین لے گا۔ اور مجھ بدنصیب کی آنکھیں شوہر کے چہرے کی طرح بیٹے کی صورت دیکھنے کے لئے بھی بے رحم قسمت کے سامنے فریاد کرتی رہیں گی ؎

نہ زہر گھول دے تقدیر میرے جینے میں
چھپا کے رکھا تھا اُس سے یہ بھید سینے میں

سہراب:۔ رستم جیسا باپ اور سہراب جیسا بیٹا ان دو آفتاب و مہتاب کی موجودگی میں دنیا کو حقیر ستاروں کی ضرورت نہیں ہے میں خدا اور دنیا کے سامنے کیکاؤس کو تخت سے اُتار کر اپنے باپ کو ایران کا بادشاہ اور تمہیں ایران کی شہنشاہ بیگم بنانے کا عہد کر چکا ہوں۔ اس عہد کو پورا کرنے کے لئے اب تم سے آخری مرتبہ اجازت مانگنے آیا ہوں۔

تہمینہ:۔ (روتے ہوئے) سہراب

سہراب:۔ یہ کیا ماں۔ روتی ہو، روؤ نہیں۔ مائیں لائق کے لئے نہیں نالائق اولاد کے لئے روتی ہیں۔ تمہارا بیٹا عزت کی دنیا فتح کرنے جا رہا ہے۔ اس لئے یہ رونے کا نہیں خوش ہونے کا وقت ہے۔ ہنستے ہوئے ہونٹوں سے اجازت دے کر مجھے میدان جنگ کی طرف رخصت کرو۔ سمنگان کے قلعہ کے دروازے پر فوج اور ایران کی زمین پر شہرت تمہارے سہراب کا انتظار کر رہی ہے۔

تہمینہ:۔ سہراب۔ ایران کی سرزمین جادو کی زمین ہے۔ جہاں جاتے ہی انسان اپنے پیاروں اور پچھلی محبت کو بھول جاتا ہے۔ مجھے خوف کہ یہاں سے جانے کے بعد اپنے باپ کی طرح کہیں تو بھی غریب تہمینہ کو نہ بھول جائے ؎

تری صورت تری باتیں مرے دو ہی سہارے ہیں
تجھی کو دیکھ کر دنیا میں اتنے دن گزارے ہیں
کلیجے سے لگا لینے کو پاؤں گی کہاں تجھ کو
کریگا کون ضد مجھ سے کہے گا کون ماں مجھ کو



سہراب:۔ ماں ماں۔ یہ کیا کہہ رہی ہو۔ تم میری نجات کا وسیلہ ہو میری زندگی کی برکت ہو ؎

بھول جاؤں فرض کو ایسی نہیں اولاد میں
اپنی اک اک سانس سے تم کو کرونگا یاد میں

تہمینہ:۔ اچھا تو خدا کی مرضی پوری ہو۔ (مہرہ نکال کر) یہ تیرے باپ کی دی ہوئی نشانی ہے اس نے سمنگان سے رخصت ہوتے وقت تاکید کی تھی کہ اگر لڑکی ہو تو یہ مہرہ اس کے سر کے بالوں میں اور لڑکا ہو تو اس کے بازو پہ باندھ دینا۔ لا ہاتھ بڑھا۔ پندرہ برس سے آج ہی کے دن کے لئے اس محبت کی یادگار کی حفاظت کر رہی تھی۔ اس مہرہ پہ نظر پڑتے ہی باپ بیٹے کو خون کو پہنچان لے گا۔ (سہراب کے بازو پر مہرہ باندھ دیتی ہے) میرے لال تجھے سچے بہادر اور سچے سپاہی کا فرض سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی رخصت کرنے سے پہلے نصیحت کرتی ہوں کہ ہمیشہ تلوار کو کمزوروں کا محافظ سمجھنا، ظلم کو ذلیل جاننا اور پیروں میں پڑے ہوئے دشمن کو رحم مانگنے پر معاف کر دینا ؎

دیکھنا جرات و طاقت پہ نہ الزام آئے
لب پہ شاباش ہو سہراب کا جب نام آئے

سہراب:۔ پیاری ماں میں لوہے کے ہتھیاروں سے سج کر میدان جنگ کی طرف ناموری کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ یہ ہتھیار دشمن کی ہستوں کو جسموں کو فوجوں کو فتح کر سکتے ہیں، لیکن عزت اور شہرت پر فتح پانے کے لئے مجھے ایک اور حربے کی ضرورت ہے

تہمینہ:۔ میرے بچے وہ کون سا حربہ۔

سہراب:۔ (تہمینہ کے قدموں میں بیٹھ کر) ماں کی دعا ؎

ہو نہ یہ حربہ تو حربے کا دمیرے ہاتھ میں
ساتھ ہے دنیا اگر ماں کی دعائیں ساتھ ہیں

تہمینہ:۔ (سہراب کے سر پہ ہاتھ رکھ کے) ؎

دعائیں دیتی ہوں تجھ کو وقت خادم بخت یاور ہو
زمانہ پاؤں کے نیچے خدا کا ہاتھ سر پہ ہو

# باب ۲

## سین چوتھا

## ایرانی سرحد

(قلعہ سفید کا اندرونی حصّہ)

(قلعہ کے رئیس گستہم اور فوجی سردار بیٹھے ہوئے غمگین نظروں سے سامنے کھڑے ہوئے بہرام کی طرف دیکھ رہے ہیں)

بہرام:- اُمید آپ لوگوں کو دھوکا دے رہی ہے۔ ہوا میں گرہ دینے کی کوشش نہ کیجئے۔ اپنی طاقت کا غلط اندازہ کرنا یہ آپ کی پہلی غلطی اور سہراب کو معمولی لڑکا سمجھنا یہ آپ کی دوسری غلطی ہے۔ خاموش ہونے سے پہلے ایک بار پھر آگاہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے سلامتی کا دروازہ بند کر رہے ہیں۔ وقت کی آنکھیں بدل چکی ہیں۔ سہراب سے جنگ کرنا جنگ نہیں خودکشی ہے۔

گستہم:- (سرداروں سے) مجھے اپنی رائے کے درست ہونے پر اصرار نہیں ہے میں نے جلسہ مشورت کے سامنے اپنا خیال پیش کر دیا۔ اب آپ لوگ متفق ہو کر خود فیصلہ کریں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ جنگ یا صلح۔

سردار:- جب ہمارا لشکر بے حوصلہ اور دشمن کے حملے کامیاب ہیں۔ تب صلح نہ کرنا زندگیوں اور ملک کو جنگ کی آگ کا ایندھن بنانا ہے۔ میری رائے صلح کے حق میں ہے۔

سردار نمبر ۲:- میں بھی اس رائے کی تائید کرتا ہوں۔



گستہم:- (بہرام سے) جب کثرت رائے جنگ کی مخالف ہے تو آپ ہماری جانب سے صلح کے قاصد بن کر جائیے۔ سہراب سے کہئے کہ ہم جان و مال کی سلامتی کے وعدے پر اپنا قلعہ حوالے کرنے کو تیار ہیں۔

بہرام:- آنے والے زلزلہ کی دہشت سے ملک کانپ رہا تھا۔ آپ نے اس فیصلے سے خون اور تباہی کے طوفان کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ بربادی کے ہاتھ سے حربے چھین لئے۔ بدبختی کی اُمیدیں توڑ دیں۔ میں آپ کی دور اندیشی کو مبارکباد دیتا ہوں۔ میری زبان سے سہراب کا شکریہ آمیز جواب سننے کے لئے آمادہ رہیے (جوش میں جانا چاہتا ہے۔ اس وقت گرد آفرید آ کر اس کے سینے پر اپنی تلوار کی نوک رکھ دیتی ہے)

گرد آفرید:- ٹھہرو کہاں جاتے ہو۔

بہرام:- صلح کرنے۔

گرد آفرید:- کس سے۔

بہرام:- سہراب سے۔

گرد آفرید:- سہراب سے ایران کے بدخواہ۔ قوم کے دشمن سے۔ طاقتور سے کمزور کا۔ پتھر سے شیشے کا آندھی سے تنکے کا کبھی اتحاد نہیں ہوتا۔ صلح برابر والوں سے ہوتی ہے اور طاقت کا ثبوت دینے کے بعد ہوتی ہے۔ یہ صلح نہیں ذلت کا اعلانیہ اقرار ہے۔ ملک فروشی کی دستاویز ہے تمہاری عزت کی پیشانی پر غلامی کا داغ اور تمہاری مادرِ وطن کے پر جلال چہرے پر شرم کی کالک ہے

مردود ہے وہ کوشش ملعون ہے وہ خامہ
آزادیِ وطن کا لکھے جو بیعنامہ
عزت بچی رہے جو غیروں کی بندگی میں
مرجاؤ گر ہے جینا ذلت کی گندگی میں!

بہرام:۔ گردآفرید۔ حریف کی طاقت اور ملک کی کمزوری کا اندازہ کرنے کے بعد رائے ظاہر کر۔ جس سہراب نے ہجر جیسے طاقت کے پہاڑ کو گھوڑے سمیت اٹھا کر منٹی کے ڈھیلے کی طرح دور پھینک دیا اس سہراب کو ہم اپنی "تلوار بازی کا تماشا دکھا کر کبھی فتح نہیں کر سکتے۔

گردآفرید:۔ فتح جرات وہمت سے ملا کرتی ہے۔ سوچنے رونے اور بیوہ عورت کی طرح ہائے ہائے کرنے سے نہیں ملتی۔ فتح بے عزتی کے غلاموں کی آقا اور ہمت کے آقاؤں کی لونڈی ہے۔ بزدل قسمت سے فتح کی بھیک مانگتے اور بہادر قسمت کے منہ پر تھپڑ مار کر زبردستی حاصل کرتے ہیں ؎

جرات ہے جس کے پاس وہی فتح مند ہے
جھک جائے گا جہاں جو ہمت بلند ہے
اٹھو بڑھو دکھاؤ کہ طاقت ہے پاؤں میں
ملتی ہے فتح مرد کو خنجر کی چھاؤں میں

بہرام:۔ لیکن جب صلح کر لینے سے ہمارا قلعہ۔ ہماری دولت ہماری زندگی ہر چیز بچ سکتی ہے تو ہمیں اپنی بیوقوفی کا ثبوت دینے کے لئے سہراب سے جنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

گردآفرید:۔ شرم کر۔ خود غرضی کے بازار میں۔ دولت و راحت کے مجبور تھے سکون پر قوم کی عزت اور ملک کی آزادی فروخت کر دینے کو تو شرافت کا سودا جانتا ہے۔ پالتو کتے کی طرح گلے میں سہراب کی اطاعت کا پٹہ ڈال کر اس کے پیر چاٹنے کو عزت کی زندگی سمجھتا ہے ؎

تری زباں ہے فسانہ نمک حرامی کا
سبق پڑھاتا ہے اوروں کو بھی غلامی کا

بہرام:۔ خبردار۔ گردآفرید تو کسی معمولی شخص سے ہمکلام نہیں ہے۔ میری حیثیت کا ادب کر۔ جا گھر میں جا بیٹھ سلطنت کے انتظام میں عورت کو دخل دینے کا



حق نہیں۔

گردآفرید:۔ بزدل بے حیا تو مجھے عورت کہتا ہے میں عورت نہیں تو عورت ہے کیونکہ میں عورت ہو کر بھی مرد کی طرح ملک اور قوم کے دشمن کا سر اپنے پیروں میں روندنا چاہتی ہوں اور تو عورت کی طرح اپنی پلکوں سے سہراب کے پاؤں کی گرد صاف کرنا اور اس کی جوتیوں کو اپنے سر کا "تاج بنانا چاہتا ہے۔

بہرام:۔ ذلیل۔ زبان دراز (گردآفرید پر تلوار سے حملہ کرتا ہے۔ گردآفرید اسے اٹھا کر زمین پر دے مارتی اور کلائی مروڑ کر تلوار چھین لیتی ہے)

گردآفرید:۔ کتا شیرنی پر حملہ نہیں کر سکتا۔ وطن کے دشمن (لات مار کر) جا سہراب کی جوتیاں اٹھانے والوں میں نام لکھا کر اپنی عزت پر فخر کر۔ تیری قسمت میں نہ شریفوں کی زندگی ہے نہ بہادروں کی موت۔

بہرام:۔ گردآفرید میں اس توہین کا خوفناک بدلہ لوں گا تجھ سے بھی اور جو اپنی خاموشی سے تیری تائید کر رہے ہیں ان سے بھی (غصے میں سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا چلا جاتا ہے)

گردآفرید:۔ ایران کے دلیرو سہراب اس دنیا سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ بھی تمہاری ہی طرح مٹی پانی سے بنا ہوا انسان ہے وہ بھی تمہاری ہی طرح اپنی زندگی کی مدت اور موت کے وقت سے بے خبر ہے۔ اس لئے تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو آسمان سمجھ کر اپنی طاقتوں کو حقیر نہ سمجھو۔ اٹھو۔ اٹھو اٹھو۔ مست ہاتھی کی طرح جھوم کر۔ آندھی کی طرح جھلا کر بادل کی طرح گونج کر اپنے وطن کی حفاظت کے لئے تلواریں کھینچ کے اٹھ کھڑے ہو جہاں بزدلی ہے وہاں شکست ہے اور جہاں جرات ہے وہیں فتح ہے۔

گستہم:۔ خوف۔ خیال کا خواب ہے۔ تم نے ہمیں اس خواب سے جگا دیا۔

سب:۔ زندہ باد گرد آفرید

گرد آفرید:۔ زندہ باد ایران۔

(سب خوشی میں تلواریں کھینچ لیتے ہیں)



# باب ۲

## سین پانچواں

### میدان جنگ کا ایک حصہ

(ہومان۔ بارمان اور قلعہ سفید کے نگہبان ہجیر کے ساتھ سہراب کا داخلہ۔ ہجیر کے دونوں ہاتھ کمند سے بندھے ہوئے ہیں)

سہراب:۔ تم قلعہ سفید کے نگہبان ہو۔

ہجیر:۔ ہاں

سہراب:۔ تمہارا نام

ہجیر:۔ ہجیر

سہراب:۔ قلعہ کے حاکم کا نام

ہجیر:۔ گژدہم

سہراب:۔ اگر قید کی زندگی جس کے سر پر موت کی تلوار لٹک رہی ہے آزاد زندگی سے بدلنا چاہتے ہو تو خط لکھ کر قلعہ کے حاکم کو آگاہ کرو کہ میرے حضور میں آکر نذرانۂ اطاعت پیش کرے۔

ہجیر:۔ عمر کے ساتھ میری یاداشت بھی بوڑھی ہو گئی ہے اس لئے زندگی کے آخری دنوں میں نمک حرامی کا سبق یاد نہیں کر سکتا۔

سہراب:۔ یعنی۔

ہجیر:۔ تم نے میدان جنگ میں شکست دے کر میرے جسم کو قید کر لیا ہے۔ میری روح تمہاری

rekhta

قید میں نہیں۔ زندہ رکھو یا قتل کر دو۔ لیکن میں اپنی غلامی کے کاغذ پہ کبھی دستخط نہیں کروں گا۔

(ہومان بارمان سے) اچھا تو بربادی کے درندوں کو زنجیریں کھول کر قلعہ سفید پر حملہ کرنے کے لئے آزاد کر دو اور غم کی سیاہ رات میں وطن کی حالت آتو کی طرح ماتم کرنے کے لئے اس بدبخت کو قید میں رکھو . . . . احمق امید کی زمین میں مستی بو رہے ہیں۔ لیکن انہیں بہت جلد آنسوؤں کی فصل کاٹنی ہو گی ؎

مرے قدموں کو بوسہ دے گی جھک جھک کر جبیں تیری
بساط بھر میں جائے گی سجدوں سے زمیں تیری
اٹھا سکتا نہیں سر تیغ جو ہر وار کے آگے
سن او ایران! جھک جا اب مری تلوار کے آگے

ہجیر:۔ زمین پر رینگتے ہوئے حقیر کیڑے کی طرح حرکت کرنے اور سانس لینے کا نام زندگی نہیں ہے۔ آزادی اور اختیار سے محروم ہو کر پامال گھاس کے مانند زندہ رہنا انسانیت کی موت ہے۔ میری تمنا ہے اور دعا کہ میرے اہل وطن جئیں لیکن غلام بن کر نہیں آقا بن کر کتے کی طرح نہیں شیر کی طرح۔ (ہومان و بارمان ہجیر کو لے جاتے ہیں)

(مردانہ لباس میں انتہائی جوش و غضب کے ساتھ گرد آفرید کا داخلہ)

گرد آفرید:۔ ایران دنیا کا سر جھکانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ جھکنے کے لئے پیدا نہیں ہوا ؎

ایران کے قدموں میں ہے جیحون سے تا گنگ
اس خاک سے پیدا ہوئے طہمورث و ہوشنگ
ہر فرد یہاں کوہ فگن زور شکن ہے
یہ شیروں کا گہوارہ شجاعت کا وطن ہے

سہراب:۔ میدان جنگ میں زبان کے ہر دعوے کو زور بازو سے ثابت کرنا



ہوتا ہے۔

گرد آفرید:۔ میرے دعوے کو مری تلوار ثابت کرے گی

سہراب:۔ ایران کی زمین میں وہ لوہا ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جس سے مرد کی آبرو بڑھانے والی تلوار بن سکے۔ ظاہر کر تو کون ہے۔ تیری موت کے بعد قلعہ سفید میں کس نام سے تیرا ماتم کیا جائے گا۔

گرد آفرید:۔
دشمن نخوت حریف شعلہ سامانی ہوں میں
بس مرا نام و نشان یہ ہے کہ ایرانی ہوں میں
سیل خون میں موج آہن کی روانی دیکھ لے
آج تو بھی برش تیغ کیانی دیکھ لے

(سہراب پر حملہ۔ دونوں میں خوفناک جنگ۔ گرد آفرید کی شکست گھوڑے سے زمین پر گرتے وقت سر کا خود علیحدہ ہو جانے سے گرد آفرید کے بال کھل کر بکھر جاتے ہیں۔ مرد کے لباس میں ایک حسین دوشیزہ کو دیکھ کر سہراب حیرت زدہ ہو جاتا ہے)

سہراب:۔ یہ کیا حسن کی دنیا کا چاند زرہ بکتر کے بادل میں سے ؎

طلوع قوس قزح کا عالم ہے جلوہ جسم نازنیں پہ
نثار ہے حسن شام جنت بہار گیسوئے عنبریں پر
حسین آنکھیں رسیلے تیور نظر میں انداز دلبری کے
بلوریں گردن پہ روئے روشن چراغ ہے ہاتھ میں پری کے

گرد آفرید:۔ اقبال مند سہراب وہ ایران کی بہادر لڑکی جس کے بازوؤں میں طاقت کا طوفان جس کی تلوار میں بجلیوں کا سیلاب پوشیدہ تھا۔ آج اس کے یقین کی دنیا ناکامی کے زلزلہ سے تباہ ہو گئی۔ مجھے امان دو۔ میں اظہار ندامت کے ساتھ اپنی شکست کا اقرار کرتی ہوں۔

سہراب:۔ بہادر نازنین۔ جو عورت خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر اپنی مسکراہٹ سے ایک

لمحہ میں آدمی دنیا کو قتل کر سکتی ہے۔ جو عورت اپنی شرمیلی نگاہوں سے چشم زدن
میں بادشاہوں کا تاج اور دلیروں کی تلوار چھین سکتی ہے۔ اسے تیر و
شمشیر لے کر میدان جنگ میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ حسن کے مقابلے
میں ہمیشہ مرد کے غرور کو شکست ہوتی ہے۔ اٹھو یہ میری فتح نہیں ہے تمہاری
فتح ہے۔

گرد آفرید:۔ (دل میں) کس قدر شریف۔ جتنا چہرہ خوبصورت ہے اتنا ہی دل بھی
خوبصورت ہے (چونک کر) ارے میں کدھر جا رہی ہوں۔

سہراب:۔ فتحیاب حسینہ جبکہ تم اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو گئیں تو اب تمہیں اپنا نام و
نشان بھی ظاہر کر دینا چاہئے۔ یہ میرا حکم نہیں حسن کی سرکار میں عاجزانہ درخواست
ہے۔

گرد آفرید:۔ میں قلعہ سفید کے حاکم گژدہم کی بیٹی گرد آفرید ہوں۔

سہراب:۔ اور اور جانتی ہو میں کون ہوں۔

گرد آفرید:۔ جس گرد آفرید کی ہیبت سے بہادروں کی رگوں کا سرخ خون زرد ہو
جاتا تھا تم اسے شکست دینے والے سہراب ہو۔

سہراب:۔ تمہاری نظر نہیں دھوکا دے رہی ہے ؂

مجروح شوق جور کش روزگار ہوں
زخمی جگر کا شور وفا کا شکار ہوں
دل کو نشہ ہے عشق کا آنکھوں کو دید کا
سہراب اب غلام ہے گرد آفرید کا

گرد آفرید:۔ (دل میں) اس کی باتوں میں کونسا جادو ہے۔ جو میری روح اس کی طرف
کھنچی جا رہی ہے (چونک کر) مگر نہیں وطن کے دشمن کا جرم میں کبھی معاف
نہیں کر سکتی۔ (سہراب سے) سہراب تم اب تک میرے دشمن تھے۔ لیکن اب
میری جان کے مالک ہو اور میرے ملک کے مہمان ہو میں تمام ملک کی طرف



سے تمہیں اور تمہاری بہادر فوج کو قلعۂ سفید میں آنے کی دعوت دیتی ہوں۔
اجازت دو کہ میں پہلے سے جا کر تمہاری پیشوائی کی تیاری کروں۔

سہراب:۔ اب میں تمہاری مرضی کے خلاف نہیں کر سکتا۔ تمہارے حکم کی اطاعت
میری زندگی کا فرض ہے کیونکہ تم حسن کی ملکہ ہو اور میں حسن کی وفادار رعیت
ہوں۔

گرد آفرید:۔ تم میرے دل کی دنیا کے بادشاہ ہو۔

(ڈیبلو)

rekhta

# باب ۳

## سین چھٹا

## قلعہ سفید کا دروازہ

(ہومان۔ بارمان اور سرداران فوج معہ لشکر کے موجود ہیں)

ہومان:۔ دنیا کے حربوں میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ عورت کا حسن ہے۔

بارمان:۔ اور حسن ہی کا دوسرا نام عورت کی تیغ ہے۔

ہومان:۔ یہاں بھی حسن وعشق کی جنگ شروع ہوگئی۔

بارمان:۔ پہلی جنگ میں گرد آفرید کو شکست ہوئی تھی اس جنگ میں سہراب کو شکست ہوگی۔

(ازخود رفتہ حالات سہراب کا داخلہ)

سہراب:۔ محبت۔ محبت تو دل کی جنت ہے۔ زندگی کی مٹھاس ہے روح کا نشہ ہے۔ دنیا کا حسن ہے ؎

آسودگی روح نشاط نظر نہیں
دنیا میں کچھ نہیں ہے محبت اگر نہیں

ہومان:۔ نامور سہراب اپنا عہد اور ارادہ یاد کیجئے۔

بارمان:۔ آپ ایران میں عورت کے حسن کی غلامی کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں آپ کی اس کمزوری کو دنیا حیرت کی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔

سہراب:۔ تم پتھر ہو سرد ہو۔ لذت سے محروم۔ تمہارے دل میں محبت کی تڑپ ہوتی تو تم بھی اقرار کرتے کہ دنیا کا نور عورت کا حسن ہے۔ اور حسن کا حسن



گرد آفرید ہے۔

ہومان:۔ افسوس

سہراب:۔ افسوس ان کے لئے جو محبت کے آب حیات کو زہر سمجھتے ہیں۔ (پھاٹک کے قریب جاکر) تعجب ہے ابھی تک دروازہ بند۔ یہ کیا۔

بارمان:۔ اور دنیا کے خاتمے تک بند ہی رہے گا۔

سہراب:۔ کیوں۔

ہومان:۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ آپ نے گرد آفرید کی جھوٹی محبت پر یقین کرنے میں غلطی کی ہے۔

سہراب:۔ خبردار تم میرے یقین کو دیوانگی کہہ سکتے ہو۔ میری آنکھوں کو الزام دے سکتے ہو۔ میرے دل کو اپنی زبان سے زخمی کر سکتے ہو۔ لیکن گرد آفرید پیاری گرد آفرید کی محبت کو جھوٹی محبت کہنے کی جراءت نہیں کر سکتے تم نے ان پھولوں کی پنکھڑیوں سے شہد ٹپکتے نہیں دیکھا ایسے خوبصورت ہونٹھ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

بارمان:۔ لاچاری ہے کہ آپ یقین کی تاریکی سے باہر آنا نہیں چاہتے۔ دشمن کے جنگی قلعے کا دروازہ عورت کے وعدوں سے نہیں۔ بازؤوں کی طاقت سے کھلتا ہے۔ (قلعہ کی دیوار پر گرد آفرید دکھائی دیتی ہے)

سہراب:۔ وہ دیکھو۔ ادھر دیکھو اور اپنے خیال کی غلطی پر شرمندہ ہو رہے تابانہ دیوار کے قریب جاکر) پیاری آفرید دل سے نزدیک ہو کر اب اس قدر دور کیوں۔ (ہومان۔ بارمان کی طرف اشارہ کرکے) ؎

بجلی گرادے ان کے خیال اور یقین پر
آ میرے دل کے چاند اتر آ زمین پر

گرد آفرید:۔ زمین کے دل کے زخم دنیا کا ظالم کا بازار غلام بنانے کا زمانہ انسانیت کی قتل گاہ نہیں ہے۔ ہماری قوم نے زندگی کی خوشیوں میں سے کونسی خوشی

تجھ سے چھین لی ہے۔ جو تو بلا سبب بلا قصور ہمارے ملک کی آزادی اور راحت لوٹنے آیا ہے۔ یہ بہادری نہیں ڈاکہ ہے۔ جا واپس جا۔ قلعہ سفید کا دروازہ ایک خونی ڈاکو کے لئے نہیں کھل سکتا۔

سہراب:۔ پیاری آفرید تم اس طرح انجان بن کر گفتگو کیوں کر رہی ہو۔ غور سے دیکھو میں سہراب ہوں وہی سہراب جسے تم نے ایک بار قید ہو کر ہمیشہ کے لئے اپنے حسن کا قیدی بنا لیا ہے۔ کیا اتنی دور سے مجھے پہچان نہیں سکیں۔

گرد آفرید:۔ پہچانتی ہوں عصمت کی لہروں پر غرور کی ہوا میں ناچتے ہوئے بلبلے میں تجھے پہچانتی ہوں ؎

آنکھوں میں تری حسن کھٹکتا ہے چمن کا
دشمن ہے مری قوم کا قاتل ہے وطن کا
مت دیکھ لٹیرے ہوس خام سے مجھ کو
نفرت ہے تری شکل ترے نام سے مجھ کو

سہراب:۔ پیاری آفرید۔ دنیا نے عورت کی بے وفائی کے بارے میں جو رائے قائم کی ہے۔ کیا تم اس بے مروتی سے اس غلط رائے کو آج صحیح ثابت کرنا چاہتی ہو ؎

کیوں کیا مخمور بے خود بادۂ سرجوش سے
کیوں دیا پیغام الفت نرگس مے نوش سے
ایک فتنہ اور بالائے زمین پیدا کیا!
کیوں مرے دل میں محبت کا یقین پیدا کیا

گرد آفرید:۔ محبت کا یقین دلائے بغیر تیری قید سے رہا ہونا ناممکن تھا۔ بیوقوف سن اپنے اہل وطن کے دل سے موت کا ڈر دور کرنے کے لئے مجھے زندہ رہنے کی ضرورت تھی۔ اور شکر ہے کہ میں زندہ ہوں۔ لیکن سہراب کے لئے نہیں اپنے ملک کے لئے۔ محبت کے لئے اپنے وطن کی خدمت کے لئے تو برباد گھروں اور خون میں نہائی ہوئی لاشوں پر قبضہ کر سکتا ہے۔ لیکن ہماری زندگی میں ہمارے قلعے اور



ہماری آزادی پر کبھی قبضہ نہیں کر سکتا ؎

جا پلٹ جا اور نہیں کہتی کر خالی ہاتھ جب
حسرتوں کے ساتھ آیا ذلتوں کے ساتھ جا

(چلی جاتی ہے)

سہراب:۔ حسین جسم میں دغا باز روح۔ صندل میں جلن۔ چاندنی میں دوپہر کی دھوپ کی تپش رہو مان بار مان سے) تم سچ کہتے تھے حسن نے وفاداروں کی قدر نہیں کی۔ حملہ کرو۔ حملہ کرو۔ قلعے کی ہستی عورت کے وعدے سے بھی زیادہ کمزور ہے اُف کتنا فریب۔ عورت تو صرف یہ کہ خوبصورت دھوکا ہے (تورانی لشکر حملہ کرتا ہے) (سہراب کے گرز سے دروازہ ٹوٹ کر گر پڑتا ہے اور فوج قلعہ میں داخل ہو جاتی ہے۔

# باب ۲

## سین ساتواں

## قلعہ کا اندرونی حصہ

(حملہ آوروں کا شور۔ زخمیوں کی چیخیں۔ ہتھیاروں کی جھنکار۔ بزن بگیر کا شور و غل سنائی دے رہا ہے۔ بہرام کا جوش انتقام میں داخلہ)

بہرام:۔ جنگ، موت، بربادی نے شہر کے ہر حصے کو گھیر لیا ہے۔ کٹے ہوئے سر بلبلوں کی طرح لہو کی لہروں پر تیر رہے ہیں۔ ایک ضدی بیوقوف چھوکری نے میری صلاح کو حقارت سے رد کر دیا۔ اس حقارت کی یہی سزا ہے۔ میری ذلت پر خوش ہونے کا یہی انعام ہے۔ ایران کی تاریخ میں میرا نام ملکی نمک حراموں میں لکھا جائے گا۔ لکھا جائے۔ دنیا مجھے قوم و وطن کا دشمن کہے گی۔ کہنے دو۔ عاقبت خراب ہوگی ہونے دو۔ مجھے ایران قوم، وطن۔ عافیت کچھ نہیں چاہیے۔ انتقام۔ صرف انتقام چاہیے۔ بہرام چل۔ دست بدست جنگ میں دوبارہ سہراب کی راہنمائی کریں۔ سہراب کی فتح ہی تیرے انتقام کی فتح ہے (بہرام کی روانگی۔ خون سے بھری ہوئی تلوار لئے رنج۔ خوشی غصے کے ساتھ گرد آفرید کا داخلہ)

گرد آفرید:۔ شاباش ملک کے فدائیو شاباش! تمہاری زندگی بھی مبارک ہے اور موت بھی مبارک ہے! تمہارے خون کے ہر قطرے میں ہزاروں آب حیات کے چشمے لہرا رہے ہیں۔ تم مر کر بھی شہرت کی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہو گے۔ تمہاری بہادری دیکھ کر مغرور سہراب بھی...
(سہراب کا نام زبان پر آتے ہی دل میں محبت کا اثر پیدا ہو جاتا ہے) آہ کتنا جری کیسا شریف سہراب میرے دل کو محبت کے نور سے روشن کرنے والے سہراب تم سمنگان میں کیوں پیدا



ہوئے۔ اگر تم مادر ایران کے فرزند ہوتے تو میں کنیز بن کر تمہاری خدمت میں اپنی زندگی...
(خیال بدلتا ہے) بے وقوف عورت یہ کیا۔ ملک و قوم کے اعتبار کو دھوکا دے رہی ہے کیا تو دل سے نہیں صرف زبان اور تلوار سے سہراب کی مخالفت کر رہی ہے۔ ہوشیار ہو۔ تیرا خیال تجھے دنیا کے گناہ میں کھینچے لئے جا رہا ہے۔ اس جہاں میں جہاں لعنت ہے رحمت نہیں سزا ہے کفارہ نہیں۔ نفرت کر۔ اس سے نفرت کر۔ دل سے بھی اور روح سے بھی،... (پھر شعلہ محبت بھڑکتا ہے) لیکن میں نفرت نہیں کرتی اور نہیں کر سکتی تو اس میں قصور کیا ہے۔ دنیا میں کون عورت ہے جو ایسے شجاع۔ شریف۔ رحیم۔ جمیل کو اپنا دل اور اپنی قسمت سپرد نہ کر دے گی۔ اس کا چہرہ دیکھنے کے بعد دنیا کی کسی خوبصورتی کی طرف دیکھنے کی تمنا باقی نہیں رہتی ہے۔ (دوبارہ خیال کی رو بدلتی ہے) دور ہو اے عورت کے دل کی کمزوری دور ہو۔ جس قدر کمینہ شرافت سے غدار اپنے ملک سے بزدل عزت کی موت سے نفرت کرتا ہے۔ میں بھی اس قدر سہراب سے نفرت کروں گی۔ محبت پیچھے ہٹ۔ فرض آگے بڑھ (خوف و اضطراب کے ساتھ گستہم کا داخلہ)

گستہم:۔ اوہ۔ وہم بھی نہ تھا کہ وہ انسان ہو۔ بھیڑیئے سے زیادہ موذی اور کتے سے زیادہ کمینہ ثابت ہوگا۔ اے خدا تو نے اس انسان نما لعنت کے ڈھیر کو کیوں پیدا کیا۔

گرد آفرید:۔ تمہارا ہر لفظ خطرہ کا اعلان کر رہا ہے۔ کیا ہوا۔

گستہم:۔ دغا۔ شرمناک دغا۔

گرد آفرید:۔ دغا دی کس نے۔ قسمت نے

گستہم:۔ نہیں

گرد آفرید:۔ تب

گستہم:۔ ایرانی ماں کا دودھ پی کر پلے ہوئے سانپ نے ملک فروش بہرام

گرد آفرید:۔ ملعون دوزخی

گستہم:۔ اس کی دغابازی اور نمک حرامی دیکھ کر تعجب ہو رہا ہے

گرد آفرید:۔ تعجب کیوں کرتے ہو۔ بہرام کی وطن دشمنی دنیا کا عجیب واقعہ نہیں ہے۔ غداری کی تاریخ

پڑھو۔ ہمیشہ ملک کے نمک حراموں ہی نے اپنے ملک کو دوسروں کا غلام بنایا ہے۔

گستہم:- بہرام کی مدد سے سہراب کی فوج نے قلعہ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا ہے۔ عنقریب قسمت۔ جنگ کی کمان سے اپنے ترکش کا آخری تیر چلانا چاہتی ہے۔ اب ہمارے لئے کوئی اُمید باقی نہیں۔

گرد آفرید:- (تڑپ کر) کیوں باقی نہیں رہی۔ جب تک غیرت باقی ہے۔ حمیت باقی ہے جسم میں ایک بھی سانس اور قلعے میں ایک بھی سپاہی ہے۔ ہمت باقی رہے گی۔ ہم فانی دنیا میں لازوال زندگی لے کر نہیں آئے ہیں۔ جب موت یقینی ہے تو عزت اور شرافت کے ساتھ مرو۔ بہادروں کی طرح مرو۔ بوڑھے اپاہج ناکارہ ہو کر بیماری کے بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کے بدلے قوم پر قربان ہو کر مادرِ وطن کے آغوشِ محبت میں مرو۔ ناامید سامنے سے دور ہو۔ آؤ بس فتح یا موت (تصویرِ غضب بنی ہوئی گستہم کے ساتھ جاتی ہے (سہراب کا سپاہیوں کے ساتھ داخلہ)

سہراب:- وہ میری اُمید کی اُمید۔ میری زندگی کی زندگی ہے۔ اُسے زندہ گرفتار کرو۔ خبردار اس کے ایک بال اور پاؤں کے ایک ناخن کو صدمہ نہ پہنچے۔ عشق میں اتنی جرأت نہیں کہ حسن کو اس کے جرم کی سزا دے سکے۔ میں بے مہر گرد آفرید سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ خوبصورتی اور بے وفائی کا آپس میں کون سا رشتہ ہے۔ چہرہ حسین دل بہار۔ آنکھیں بے مروت۔ میں نے دنیا میں ایسی عجیب خوبصورتی اور ایسی عجیب عورت نہیں دیکھی۔

(سب کے ساتھ جاتا ہے)



# باب ۲

## سین آٹھواں

### قلعہ کا اندرونی حصہ

(شور و غل۔ چیخ و پکار۔ آگ اور دھوئیں سے گھرے ہوئے مکانات گرد آفرید زخموں سے چور۔ لہو میں شرابور داخل ہوتی ہے)

گرد آفرید:- دغا بازی نے قلعہ سفید کی قسمت کو غدار بہرام کے ہاتھ سے سیاہ کفن پہنا دیا۔ بیواؤں کے شیون۔ یتیموں کی فریاد۔ خاک و خون میں پڑی ہوئی لاشوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ (تلوار کو مخاطب کر کے) تلوار! (چوم کر) اس جسم سے روح کی علیحدگی کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ جب تک موت ان دونوں کو جدا نہ کر دے میری جوانی کا سنگار میرے ہاتھوں کا زیور، میری زندگی کی وفادار سہیلی تو مجھ سے جدا نہ ہونا۔ ایک بار سہراب کے خون میں .... (جذبۂ محبت سے مغلوب ہو کر) آہ۔ کیسا خوبصورت نام، کتنا شیریں نام۔ اس نام کو سنتے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ دل کی دنیا میں محبت کے زمزموں کی بارش ہو رہی ہے (خیال میں تبدیلی) محبت۔ کس کی محبت سہراب کی محبت۔ خبردار۔ اگر تو نے ایران کے دشمن سے محبت کی تو میں تجھے سینے سے نکال کر پیروں سے مل کر ذلت کی ٹھوکر مار کر بھوکے کتوں کے آگے پھینک دوں گی۔

(تورانی سپاہیوں کے ساتھ نمک حرام بہرام کا داخلہ)

بہرام:- تلاش کامیاب ہوئی۔ گرفتار کر لو۔ گرد آفرید کہاں ہے۔ قلعے کے فدائی

کہاں ہے۔ تیرا قومی غرور کہاں ہے۔ کہاں ہیں تیرے گرجتے ہوئے دعوے ؎

دیکھئے آئینے میں چہرہ زخم بھی ہے خاک بھی
خون میں ڈوبا ہے دل بھی جسم بھی پوشاک بھی
گر رہے ہیں آنکھ سے آنسو تن صد پاش پر
رو رہی ہے کیوں کھڑی ہو کر وطن کی لاش پر

گردآفرید:۔ کیا تیرا دل پتھر بنایا گیا ہے۔ کیا تیری پرورش ایرانی ماں کے دودھ کے خون سے کی گئی ہے۔ موذی جلاد۔ اگر تیرے پاس دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ہیں تو دشمن کی ٹھوکروں سے پامال ملک کی دردناک حالت دیکھ اور ڈوب مر۔ غلامی کی زنجیر میں جکڑی ہوئی مادر وطن کی فریاد سن اور شرم کر۔ جن بہادروں نے ایران کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کر دیا۔ کیا وہ تیرے قومی بھائی نہ تھے۔ جن شریف عورتوں نے فرض کی قربان گاہ پر اپنے شوہروں۔ بھائیوں۔ بچوں کی جانیں نثار کر دیں کیا وہ تیری ملکی بہنیں نہ تھیں۔ اپنے بھائیوں کی زندگیاں۔ اپنی بہنوں کا سکھ لٹوا کر شرم سے زخم سے مرجانے کے بدلے خوش ہو رہا ہے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کی ذبح کی ہوئی امیدوں پر آنسو بہانے کے عوض دوزخ کے موکل کی طرح بے رحمی سے ہنس رہا ہے ؎

نہ ہوگا تجھ سا بے غیرت کمینے سے کمینہ بھی
زمانے کیلئے لعنت ہے تو بھی تیرا جینا بھی

بہرام:۔ عداوت کے بازار کا سودا اتنے ہی مہنگے داموں بکتا ہے۔ یہ بربادی میری بے عزتی کا بدلہ ہے۔

گردآفرید:۔ اگر تیرا دل مجھ سے بدلہ لینے کے لئے بیقرار تھا تو شریف دشمن کی طرح تلوار لے کر میرا مقابلہ کرتا۔ مقابلہ کی ہمت نہ تھی تو کھانے میں زہر ملا دیتا۔ یہ بھی ناممکن تھا تو سوتے ہیں چھری بھونک دیتا۔ لیکن غریب ملک نے کیا قصور کیا تھا۔



جو تو نے بے رحموں کے ہاتھ سے اس کی عزت کے گلے پر چھری چلوا دی تو سہراب کی مہربانی کے سائے میں برباد وطن کی راکھ سے اپنے عیش کی جنت بنانا چاہتا ہے۔ لیکن یاد رکھ اس جنت کا ہر پھول تیرے دغا باز دل کو سانپ بن کر ڈستا اور یہ گناہ کا گھر ہمیشہ نفرت و لعنت کے زلزلوں سے کانپتا رہے گا ؎

اگر وہ جانتی دل ہے دغاؤں سے بھرا تیرا
تری ماں پیدا ہوتے ہی دبا دیتی ہے گلا تیرا

بہرام:۔ (سالقیوں سے) کیا دیکھتے ہو۔ گرفتار کر لو یا قتل کر دو۔

(سپاہی چاروں طرف سے حملہ کرتے ہیں۔ گردآفرید شیرنی کی طرح ہر ایک حملے کا جواب دیتی ہے۔)

بہرام:۔ میرے بھوکے انتقام کا آخری نوالہ (بہرام پیچھے سے گردآفرید کی پیٹھ میں خنجر بھونک دیتا ہے)

گردآفرید:۔ آہ دغا باز موذی (گرتے گرتے پلٹ کر دونوں ہاتھوں سے بہرام کا گلا پکڑ لیتی ہے) اتنے گناہ کر چکا تھا۔ یہ آخری گناہ نہ کرتا تو کیا دوزخ کے دروازے تیرے لئے بند ہو جاتے۔ کتے تجھے زندہ رکھنا کمینے پن کی عمر میں اضافہ کرنا ہے۔ ترا ایمان مر چکا ہے۔ انسانیت مر چکی ہے تو بھی مر . . . . . . . . . .
(جان لینے کے ارادے سے گلا دباتی ہے۔ پھر رک جاتی ہے۔) مگر نہیں تو کمینہ ہے نمک حرام ہے۔ دغا باز ہے۔ قاتل ہے۔ سب کچھ ہے پھر بھی میرا ہم وطن ہے (گلا چھوڑ دیتی ہے) قوم پرستوں کے مذہب میں بدی کا بدلہ بدی نہیں ہے۔ میں اپنے وطن کی عزت کے صدقے میں میں تجھے اپنا خون معاف کرتی ہوں۔ (زمین پر گر پڑتی ہے۔ اسی وقت سہراب کا سپاہیوں کے ساتھ داخلہ)

سہراب:۔ یا خدا۔ یا خدا۔ میں کیا نظارہ دیکھ رہا ہوں (گردآفرید کا سر زانو پر رکھ کر)

آفرید۔ پیاری آفرید۔ آنکھیں کھولو۔ میں تمہیں بے وفائی کا الزام دینے کے لئے نہیں۔ اپنی وفاداری کا یقین دلانے آیا ہوں۔ کیا ٹوٹے دل کو تسلی نہ دوگی۔ کیا اپنی مسکراہٹ سے میرے غم کی اندھیری رات میں اُمید کی صبح پیدا نہ کروگی ؎

کردو کچھ رحم میری التجا پر میری آہوں پر!
اٹھو، بولو۔ ہنسو، دیکھو میں صدقے ان نگاہوں پر

گرد آفرید:۔ (آنکھیں بند کئے ہوئے نیم بیہوشانہ حالت میں) کس کی آواز۔ تاروں کا گانا۔ زمین پہ۔ کون گا رہا ہے۔

سہراب:۔ تمہارا شیدائی۔ تمہارا پرستار سہراب۔

گرد آفرید:۔ (آنکھیں کھول کر) تم! اوہ مرنا بھی مشکل ہوگیا (جوشِ محبت سے اٹھنے کی کوشش کرتی اور گر پڑتی ہے) آؤ۔ پیارے سہراب آؤ۔ تمہیں دیکھ کر دل میں زندہ رہنے کی تمنا پیدا ہوگئی۔ لیکن اب تمنا کا وقت نہیں رہا۔ عدم کے مسافر کا سامان بندھ چکا ہے۔ زندگی اُسے ہمیشہ کے لئے رخصت کر رہی ہے۔ میرے دل کے مالک میرے فرض نے مجھے بے مروّت بننے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ وطن کا مرتبہ عشق سے بلند ہے اس لئے مجھے معاف کرو اور جو ہوا اُسے بھول جاؤ۔ موت کے دروازے پر دنیا کی دوستی اور دشمنی ختم ہو جاتی ہے۔

سہراب:۔ پیاری آفرید۔ میرا تو یہ خیال تھا کہ تم مجھے اپنی محبت کا حقدار نہیں سمجھتیں اس لئے اس قدر جوش کے ساتھ جنگ کر رہی ہو۔

گرد آفرید:۔ آہ تمہیں کیا معلوم کہ فرض اور محبت کی جنگ میں میری روح نے کتنے عذاب برداشت کئے ہیں۔ صدمہ نہ کرو۔ دوست اور دشمن ہمنام ہیں اس لئے تمہیں دھوکا ہوا۔ میں نے اپنے پیارے سہراب سے نہیں اپنے پیارے ملک کے دشمن سے جنگ کی ہے ؎



دمِ آخر بھی صیدِ عشق و وقفِ بے قراری ہوں!
میں پھر اقرار کرتی ہوں تمہاری تھی تمہاری ہوں

سہراب:۔ آہ! ان لفظوں میں کتنا پیار کتنی مٹھاس ہے۔ قسمت کا ستم دیکھو محبت کے پیاسے کو تسلی کا آبِ حیات بھی پلا رہی ہے اور جدائی کا زہر بھی۔

گرد آفرید:۔ فرشتے روشنی کی چادریں لپیٹے ہوئے آہستہ آہستہ زمین پر اتر رہے ہیں۔ دنیا عالمِ نور سے بدل رہی ہے۔ آسمان کا دروازہ کھل گیا ہے۔ کس نے پکارا۔ زندگی کے دروازے پر کون آواز دے رہا ہے۔ موت تو ہے۔ آ۔ میں نہیں سمجھتی تھی کہ تو اتنی خوبصورت ہوگی ؎

نہیں معلوم رازِ مرگ دنیا کے طبیبوں کو
اگر فرصت ملے تو یاد کرنا بدنصیبوں کو

(مر جاتی ہے)

سہراب:۔ ٹھہر۔ اے حسین مسافر ٹھہر۔ تو کہاں جا رہی ہے۔ واپس آ۔ واپس آ۔ تیرے جانے کے بعد دنیا میں صرف فریاد اور آنسوؤں کی آبادی رہ جائے گی۔ آفتاب و مہتاب، آسمان کے دل کے داغ۔ تارے رات کے جگر کے چھالے۔ اور رنگین پھول زمین کے جسم کے زخم معلوم ہوں گے۔

(دیوانہ وار پکارتا ہے) آفرید۔ آفرید۔ آفرید۔ ہائے کوئی جواب دے پھول ہے خوشبو نہیں۔ مکان ہے مکین نہیں۔ سلطنت ہے ملک نہیں۔ پیاری آفرید تو نے فرض پر محبت کو اور ملک پہ زندگی کو قربان کر کے انسانوں کو سکھا دیا کہ دنیا میں کس طرح جینا اور کس طرح مرنا چاہیئے۔ ایران کی آنے والی نسلیں تیرے کارناموں پر فخر کریں گی۔

ایران کی لڑکیاں تیری بہادری کے گیت گائیں گی۔ اور ایران کی تاریخ کے حرف تیرے نام کی روشنی سے ہمیشہ چمکتے رہیں گے۔ میں تیرے قدموں کو رخصتی بوسہ دیتا ہوں۔ یہی آخری بوسۂ محبت ہے۔ روتا ہوا گرد آفرید کے قدموں میں گر پڑتا اور

پھر جوش میں کھڑا ہو جاتا ہے) میرے حکم سے بے پرواہ ہو کر یہ دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی زندگی کس نے برباد کی۔

بہرام:۔ (فخریہ لہجہ میں) میں نے

سہراب:۔ تو نے ایک ایرانی نے۔ گرد آفرید کے ہم قوم اور ہم وطن نے۔ کس لئے

بہرام:۔ اس لئے کہ یہ میرا خیر خواہ نہ تھا اس لئے کہ وہ تورانیوں کی دشمن تھی۔ اور میں توران کا دوست ہوں۔

سہراب:۔ تو کتنا بے حیا۔ کتنا کمینہ۔ کتنا قابل نفرت ہے جس ایران کی بہادر لڑکی نے ملک و قوم کی آبرو پر اپنی محبت راحت امید زندگی کی ہر خوشی قربان کر دی اس کے سینے میں خنجر بھونکتے وقت تیرے دل نے تجھ پر لعنت نہ کی۔ اپنے باپ کی ناپاک یادگار، ماں کی کوکھ کے ملعون نتیجے۔ جب تو نے ایرانی ماں کے دودھ اور ایران کے نمک سے پرورش پا کر ایران سے وفاداری نہ کی تو توران کا کب دوست ہو سکتا ہے۔ جس منہ سے اپنے کو تورانیوں کا دوست کہتا ہے۔ میں اس ذلیل منہ پر تھوکتا ہوں۔ تیرے رہنے کی جگہ دنیا میں نہیں دوزخ ہے (بہرام کو مار ڈالتا ہے)

## دوسرا ڈراپ ختم



# باب ۳

## سین پہلا

## سہراب کے لشکر کی چھاؤنی

(ہومان۔ بارمان تورانی سردار اور سپاہی جشن منا رہے ہیں۔ رقاصہ رقص و نغمہ میں مصروف ہے)

### گانا

جائیں گے وہاں خوش دل دیوانہ جہاں ہو
گھر لیں گے وہیں ہم کہ پری خانہ جہاں ہو
مستی کے عوض بارش رحمت ہے برستی
پڑ رہتے ہی ٹکڑے پہ کہ میخانہ جہاں ہو
ہوگی کوئی جنت مری جنت تو وہیں ہے
خم خانہ و میخانہ و پیمانہ جہاں ہو
منہ چوم نہ لے پھول کے دھوکے میں تمہارا
جانا نہ وہاں بلبل دیوانہ جہاں ہو

ہومان:۔ بادل کے محل میں پشواز پہن کر بجلی ناچ رہی ہے"

بارمان:۔ کل تلوار کی تال پر موت کا ناچ بھی شروع ہو جائے گا۔

سردار نمبرا:۔ صرف ناچ"

rekhta

ہومان :- گانا بھی

سردار نمبر ۱ :- کون گائے گی ۔

ہومان :- زندگی

سردار نمبر ۳ :- کیا گائے گی ۔

ہومان :- فنا کا گیت

سردار نمبر ۱ :- زندگی تو غم اور خوشی کے سروں سے بنا ہوا ایک دلچسپ گیت ہے ۔

سردار نمبر ۲ :- ٹھیک کہا اور یہ گیت مزہ اس وقت دیتا ہے جب اسے شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے کر گایا جائے ۔

سردار نمبر ۳ :- (پیالہ بڑھا کر) لیجئے ہونٹوں کی مضراب سے روح کے ستار میں زندگی کی راگنی بجائیے ۔

سردار نمبر ۱ :- ہا ہا ہ

شراب ناب کے جلووں سے ساغر میں اجالا ہے
ہزاروں چودھویں کے چاند ہیں اور ایک ہالا ہے
یہ وہ شے ہے گرے تو خاک سے اکسیر پیدا ہو
ہر اک قطرے سے اک اک حسن کی تصویر پیدا ہو

(سب سردار کھڑے جھوم رہے ہیں ۔ ناچ ۔

(ٹیبلو)



# باب ۳

## سین دوسرا

### ایران کے شہنشاہ کیکاؤس کا دربار

(کیکاؤس تخت پر بیٹھا ہوا ہے ۔ چہرہ غصے سے خوفناک اور آنکھیں لال ہو رہی ہیں)

کیکاؤس :- جس کیکاؤس کے ابرو پر شکن دیکھ کر دنیا گنہگار غلام کی طرح کانپ کر سجدے میں گر جاتی ہے ۔ جس قہر کے حضور میں طوفان سے زیادہ طاقتور اور زلزلے سے زیادہ خوفناک انسان دو زانوں ہو کر رحم کی بھیک طلب کرتے ہیں اس کے غضب سے یہ بے پرواہی ۔ اس کے حکم سے یہ سرتابی گویا وہ فرمانبردار نہیں ۔ فرمانروا ہے ۔ ایران کا خادم نہیں ایران کا آقا ہے ۔ رستم ۔ مغرور رستم تیری روح میں بغاوت کا مرض پیدا ہو گیا ہے ۔ میرا شاہی مرتبہ یہ جرات اور گستاخی برداشت نہیں کر سکتا ۔

گودرز :- جہاں پناہ ۔ خانہ زاد کی جان بخشی ہو ۔ غصے میں غلط رائے قائم کر رہے ہیں ۔ رستم سے اس وقت تک کوئی قصور سرزد نہیں ہوا کہ اس کی بے داغ جاں نثاری پر شبہ کیا جائے ۔ دنیا میں دو چیزیں ہمیشہ اپنی روشنی سے چمکتی رہیں گی ۔ آسمان پر آفتاب اور زمین پر رستم کی وفاداری ۔

کیکاؤس :- دھوکا نہ کھاؤ ۔ تم اوپر کا ملمع دیکھ کر سونا سمجھ رہے ہو ۔

گودرز :- غلام کی یہ گزارش ہے کہ سہراب جیسے دشمن کے مقابلے میں اس وقت ایران کو رستم کے مشورے ۔ مدد اور تلوار کی سخت ضرورت ہے ۔ اس لئے اسے ناراض کرنا مناسب نہیں ہے ۔ اگر وہ آنے کے بعد رنج و غصہ کے ساتھ واپس چلا گیا تو

ایران اپنے سب سے بڑے خیر خواہ اور سب سے بڑے سپاہی کی خدمت سے محروم ہو جائے گا۔

طوس :۔ جہالت مآب۔ رستم کا نعرۂ جنگ سنتے ہی مردہ ہمتیں زندہ ہو جاتی ہیں ؎

گر نہیں کچھ بھی اگر ہو سارا عالم اک طرف
لاکھ لشکر اک طرف ہیں اور رستم اک طرف
سلطنت کی آبرو ہے ملک کا اقبال ہے
وہ ہمارے بازوؤں کا زور سر کی ڈھال ہے

کیکاؤس :۔ جنگ میں شرکت ہی کے لئے میں نے خط لکھ کر اسے طلب کیا تھا۔ لیکن اس کا زابل سے ایران نہ آنا کیا ثابت کر رہا ہے۔ یہی کہ تمہاری خوشامد اور تعریفوں نے اسے مغرور بنا دیا ہے ؎

سمجھتا ہے کہ بجھ سکتا نہیں ہرگز چراغ اس کا
اسی سے بڑھتا جاتا ہے غرور اس کا دماغ اس کا

(رستم کا داخلہ)

رستم ؎

اے تاج بخش۔ بلوچستان۔ شاہ کامگاری
اے ملک گیر۔ قلعہ شکن۔ شیر کارزار
تو حسن کائنات ہے تو فخر روزگار
قسمت ہو زیر حکم ظفر زیر اختیار
جب تک فلک پہ جلوۂ شمس و قمر رہے
اس تاج کی ضیا سے جہاں میں سحر رہے

کیکاؤس :۔ (غصے سے دوسری طرف منہ پھیر لیتا ہے۔ دل میں) انجو مار یا کار۔

رستم :۔ خاقانِ عالم غلام حاضر ہے۔

کیکاؤس :۔ تو صرف ہونٹوں سے اپنے کو غلام کہہ کر میرے غصے اور میرے اختیار کا منہ چڑاتا ہے۔ طلبی کا خط ملنے کے بعد بھی فوراً حاضر ہونے کے بدلے میرے حکم سے



بے پروائی برتنا کیا فرض شناس غلاموں کا طریقہ ہے۔ یہ غلامی نہیں نمک حرامی ہے۔

رستم :۔ رستم اور نمک حرام۔ خداوند نعمت۔ میرے کانوں نے آج تک ایسے ذلیل لفظ نہیں سنے۔ جو رستم ایران کی اطاعت کو اپنا فرض۔ ایران کی خدمت کو اپنا مذہب اور ایران کی محبت کو ایمان سمجھتا ہے اسے نمک حرام کہہ کر آپ اپنی قدر دانی کا ثبوت دے رہے ہیں ؎

صلا اچھا ملا مجھ کو مری خدمت گزاری کا
یہی انعام ہے کیا عمر بھر کی جاں نثاری کا

کیکاؤس :۔ اب تک میری آنکھوں پر تیری بناوٹی وفاداریوں نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ آج وہ پردہ ہٹ گیا۔ اب میں تجھے تیری اصلی شکل میں دیکھ رہا ہوں ؎

عیاں ہر حرف ہے مجھ پہ تیرے دل کے نوشتے کا
مجھے دھوکا نہ دے تو روپ بھر کر اک فرشتے کا

رستم :۔ بس جہاں پناہ بس۔ کیا حضور نے سر دربار مجھے ذلیل کرنے کے لئے زابل سے ایران میں طلب کیا تھا۔ ادب اور برداشت کی بھی حد ہوتی ہے ؎

میں بھی اپنے سینے میں رکھتا ہوں دل انسان کا
دھیان رکھئے اپنے رتبے اور اپنی شان کا
کیا کہوں دیتا ابھی پتھر سے پتھر کا جواب
شرم آتی ہے کہ کھایا ہے نمک ایران کا

کیکاؤس :۔ تیری بے خوفی اور سرکشی دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایران میں دو بادشاہ حکومت کر رہے ہیں۔ آج تیرے غرور کی تجھے سزا دے کر ثابت کروں گا کہ ایران کا شہنشاہ رستم نہیں کیکاؤس ہے۔

رستم :۔ میں بھی یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ کیکاؤس کی سلطنت اور کیکاؤس کا تاج رستم ہی کی تلوار اور بازو کی مدد سے ابھی تک اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اگر اس

دل میں بادشاہ بننے کی خواہش ہوتی تو آج ایران کا تاج کیکاؤس کے سر پر نہیں رستم کے سر پر دکھائی دیتا۔ لیکن میرا کام بادشاہ بننا نہیں بادشاہ بنانا ہے۔ میں تاج پہنتا نہیں تاج بخشتا ہوں سے

نگہ کرتے ہیں میری مہربانی کی تنگا ہوں کا

میں وہ ہوں بھیک میں دیتا ہوں تاج و تخت شاہوں کو

کیکاؤس :۔ یہ سلطنت کا مجرم ہے۔ گرفتار کرو۔ خاموش کھڑے ہو۔ کیا میرا حکم نہیں سنا۔ قید کرو۔

رستم :۔ ناعاقبت اندیش کے کاؤس اپنی تاریکی سے کیانی تاج کی چمک کو کم نہ کرو۔ آج مجھے معلوم ہو گیا کہ جس تخت پر جمشید۔ فریدوں۔ کیقباد جیسے دانا و بینا بادشاہ ایران کا نام روشن کر چکے ہیں تم شاہی تخت پر ہرگز بیٹھنے کے لائق نہیں ہو سے

سلطنت ایران کی پائی سمجھ پائی نہیں

ایک بچے کے برابر تم میں دانائی نہیں

راستہ کوئی دکھا سکتا نہیں بدبخت کو

لو چلا میں، اب بچاؤ اپنے تاج و تخت کو

(رستم غصہ میں چلا جاتا ہے)

گودرز :۔ اعلیٰ حضرت تباہی سہراب کی شکل میں دروازے پر موجود ہے۔ رستم کو واپس بلائیے۔

کیکاؤس :۔ کبھی نہیں رستم ایران سے چلا گیا تو کیا ایران کی زمین غلہ نہ اگائے گی۔ ایران کا آسمان پانی نہیں برسائے گا۔ ایران میں آفتاب مہتاب طلوع نہ ہوں گے۔ ایرانی تاج کے چمکتے ہوئے ہیرے کنکر پتھر بن جائیں گے۔ میں رستم کو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔ رستم کی عزت ایران سے ہے۔ ایران کی عزت رستم سے نہیں۔

طوس :۔ ایک بار پھر غور کیجئے۔

کیکاؤس :۔ ضرورت نہیں۔



طوس :۔ افسوس آپ نے آدھی دنیا فتح کر لی۔ لیکن اپنے غصے کو فتح نہ کر سکے۔

کیکاؤس :۔ بس خاموش (غصے میں خنجر لے کر تخت سے اترتا ہے۔ طوس سر جھکا دیتا ہے۔ گودرز کیکاؤس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ دربان حیرت سے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

# باب ۳

## سین تیسرا

## سہراب کے لشکر کی چھاونی

(رات کا وقت۔ بہت دور۔ ایرانی اور تورانی لشکر کے خیمے دکھائی دے رہے ہیں۔ ہومان۔ بارمان اور ہجیر کے ساتھ سہراب کا داخلہ)

سہراب:۔ ہجیر تم میری قید سے رہائی چاہتے ہو۔

ہجیر:۔ چاہتا ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ ایران میرا وطن ہے۔ میں آپ کا شریک ہو کر ایران کے خلاف تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔

سہراب:۔ قوم کی جاں نثار گردآفرید کی طرح جس ایرانی کے دل میں وطن کی محبت نہیں ہے میں خود اسے دنیا کی سب سے زیادہ ذلیل ہستی سمجھتا ہوں۔ اچھا تو میں تمہیں رہائی دوں گا۔ عزت دولت۔ عہدہ اور جاگیر بخشوں گا۔ اور آج سے اپنا عزیز ترین بھائی سمجھوں گا۔ صرف اتنا بتا دو۔ . . . . . . (ہجیر کو سوچ میں دیکھ کر) سنتے ہو؟

ہجیر:۔ (چونک کر) سن رہا ہوں۔

سہراب:۔ کیا واقعی رستم اس لشکر میں نہیں ہے۔

ہجیر:۔ میں نے ایرانی لشکر کا ایک ایک کونہ ایک ایک خیمہ، ایک ایک سردار کا چہرہ آپ کو دکھا دیا اور ان سرداروں کے نام رتبے اور عہدے سے بھی واقف کر دیا۔ تعجب ہے کہ پھر بھی آپ میری سچائی پر شک کر رہے ہیں۔

سہراب:۔ بے شک میں نے بھیس بدل کر رات کی تاریکی میں تمہارے ساتھ ایرانی



فوج کا پوری طرح جائزہ لیا۔ لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ وہ ضرور موجود ہے۔ ہجیر کیا یہ ممکن نہیں کہ رستم کے پہچاننے میں تمہاری آنکھوں نے غلطی کی ہو۔

ہجیر:۔ میں رستم کو ایک بار نہیں سینکڑوں بار دیکھ چکا ہوں۔ میری نظر ابھی اتنی کمزور نہیں ہے کہ دیکھی ہوئی صورت بھی نہ پہچان سکوں۔

سہراب:۔ تو پھر تسلیم کرلوں کہ وہ زابل سے ایران کی مدد کے لئے نہیں آیا۔

ہجیر:۔ مجھے جاسوسوں سے اطلاع ملی ہے کہ رستم اس جنگ میں کیکاؤس کی مدد کے لئے آیا تھا۔ لیکن کیکاؤس نے بھرے دربار اس کی بے عزتی کی اور وہ بے انتہا ناراض اور غصے کے ساتھ اپنے وطن کو واپس چلا گیا۔

سہراب:۔ ایک طرف اس کی آواز ایک طرف دل کی آواز کس آواز کو سچائی کی آواز سمجھوں۔

ہجیر:۔ اگر سہراب نے رستم کی جان کو نقصان پہنچایا تو میرے ایران کی کون حفاظت کرے گا۔ نہیں سچائی کو اندھیرے سے روشنی میں نہ آنے دوں گا۔

سہراب:۔ دیکھو ہجیر جس طرح رات کے وقت شکار کی تاک میں بیٹھے ہوئے بھیڑیے کی آنکھیں اندھیرے میں چمکتی ہیں۔ اسی طرح مجھے تیری نگاہوں میں بھی عجیب خوفناک چمک دکھائی دیتی ہے۔ رستم نہیں ہے یہ کہتے وقت ہوا سے ہلتے ہوئے تنکے کی طرح تیرے ہونٹ کانپ اٹھتے ہیں۔ اور پیلے پتے کی طرح تیرا چہرہ زرد ہو جاتا ہے۔ دگر بیان پکڑے خبردار مجھے دھوکا نہ دینا ورنہ قسم ہے تلوار کی تیرے خون کو مہری میں بہتے ہوئے پانی سے بھی زیادہ حقیر سمجھوں گا۔ آگے بڑھ اب دنیا میں تیرے لئے دو ہی چیزیں ہیں۔ سچا ثابت ہو تو رہائی۔ اور جھوٹا ثابت ہو تو موت (ہاتھ پکڑ کر کھینچ لے جاتا ہے)

بارمان:۔ جب سہراب رستم کے خیمے کے پاس پہنچ کر نہایت غور سے اس کے

چہرے کو دیکھنے لگا اس وقت مجھے اندیشہ ہوا کہ ضرور خون کا جوش خون کو پہچان لے گا۔ لیکن شاباش ہے رچیر کو اس کے ایک جھوٹ نے باپ بیٹے کے بیچ میں سیکڑوں پردے ڈال دیئے۔

ہومان:۔ لیکن مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کیکاؤس کے دربار سے خفا ہو کر چلے آنے کے بعد رستم دوبارہ کیکاؤس کی مدد کے لئے کس طرح راضی ہو گیا۔

بارمان:۔ کیکاؤس نہایت غصہ ور اور جلد باز بادشاہ ہے جوش کم ہونے کے بعد اسے اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ آخر اُس کے شرمندہ ہونے اور طوس اور گودرز کے سمجھانے سے رستم اپنا ارادہ بدل دینے پر مجبور ہو گیا۔

ہومان:۔ اپنے بادشاہ افراسیاب کی آرزو پوری کرنے کے لئے کوشش کرو کہ اس جنگ کے آخر تک باپ بیٹے ایک دوسرے کو نہ پہچان سکیں۔ تو ان کی سلامتی کے لئے رستم اور سہراب دونوں کو اور دونوں نہیں تو ایک کو ضرور مرنا چاہیئے ورنہ یہ مل کر ساری دنیا کو ایران اور کیکاؤس کا غلام بنا دیں گے۔ (چلے جاتے ہیں)



# باب ۳

## سین چوتھا

## میدان جنگ

(اندر سے لڑائی کے باجے اور مار دھاڑ کا شور سنائی دیتا ہے۔ ایران کے سپاہی پناہ پناہ کہتے ہوئے بھاگتے نظر آتے ہیں۔ گودرز اور طوس کے ساتھ رستم داخل ہوتا ہے)

رستم:۔ شاباش سہراب شاباش آفرین ہے تیری بہادری کو آفرین ہے تیری ماں کے دودھ کو۔ (طوس و گودرز سے) میدان جنگ میرا وطن اور تلواروں کی چھاؤں میری آرام گاہ ہے۔ میری ساری زندگی خنجروں کی چمک اور خون کی بارش میں بسر ہوئی ہے۔ لیکن میں نے آج تک اتنی بے جگری اور اتنی شاندار بے پرواہی کے ساتھ کسی انسان کو موت سے کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کی حیرت ناک دلیری اور جنگ کا طریقہ دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک دوسرا رستم پیدا ہو گیا۔

گودرز:۔ لیکن جس طرح آگ پر پارہ اڑ جاتا ہے اسی طرح مقابلے کے وقت آپ کا نام سنتے ہی اس کی طاقت بھی اس کے بازوؤں سے علیحدہ ہو جائے گی۔

سہراب:۔ میں نے صرف ایران کی محبت اور فرض سے مجبور ہو کر ایک سولہ برس کے ناتجربہ کار لڑکے کے مقابلے میں میان سے تلوار کھینچی ہے۔ لیکن میں اس کے سامنے اپنا رتبہ اور نام ظاہر نہیں کروں گا۔ کیونکہ ایک کمسن بچے سے لڑنا رستم کی آبرو نہیں رستم کے نام کی بے عزتی ہے (پھر اندر شور ہوتا ہے)

طوس:- وہ دیکھئے۔ وہ دیکھئے۔ پھر ہمارا لشکر سیلاب کی طرح آگے بڑھنے کے بدلے کنارے سے ٹکرا کر لوٹتی ہوئی لہر کی طرح سمٹ کر پیچھے ہٹ رہا ہے۔

رستم:- زندگی کی اتنی محبت۔ موت کا اتنا خوف۔ کیا یہ میدان جنگ میں تلوار شجاعت کو ذلیل کرنے آئے تھے۔ جاؤ جاؤ شرم دلانے والے لفظوں سے جم گئے ہوئے سمندر میں دوبارہ طوفان پیدا کر دو۔ ان سے کہو کہ مایوس نہ ہو رستم زندہ ہے اور ایران کا اقبال بھی زندہ رہے گا۔ . . .

(گودرز اور طوس جاتے ہیں۔ اندر دوبارہ شور ہوتا ہے) ان بزدلوں کی روح میں غیرت کی روشنی بجھ گئی ہے اس لئے انہیں نیکی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ یہ کون۔ سہراب۔ ہاں وہی ہے۔ کتنا بہادر۔ کتنا خوبصورت دیکھنے سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اگر یہ میرا فرزند ہوتا تو آج آسمان کی طرح زمین پر بھی دو آفتاب و ماہتاب دکھائی دیتے۔ آہ وہ موت کی تلاش میں اس طرف آ رہا ہے۔ واپس جا واپس جا۔ نادان تو ایران سے نہیں اپنی قسمت سے جنگ کرنے آیا ہے۔

سہراب:- چہرہ آگ اور دل برف۔ خوف کی آندھی میں ریت کے ذروں کی طرح اڑتے پھر رہے ہیں۔ شاید ان بزدلوں کے خیال میں بھاگنے ہی کا نام بہادری ہے۔ کیکاؤس تیری قسمت کے روشن دن کی شام آگئی۔ کل میرے قدم تیرے تخت پر اور تیرا تاج میرے قدموں میں ہوگا۔

(آگے بڑھتا ہے۔ رستم روکتا ہے)

رستم:- ٹھہرو۔ اس جنگ میں خود فتح تیرے خنجر کی دھار اور نصیب تیرے بازوؤں کا روز بن جائے تو بھی تو کیکاؤس تک زندہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس کا تاج تیری امید سے اور تخت تیری ہمت سے بہت زیادہ بلند ہے۔

سہراب:- یہ چہرہ۔ یہ جلال۔ اے ایرانی بزرگ تو کون ہے۔

رستم:- ایران کا نمک خوار شہنشاہ کیکاؤس کا جان نثار۔



سہراب:- (دل میں) میری ماں نے اپنے لفظوں سے میرے دل پر جو رستم کی تصویر کھینچ دی ہے اس تصویر سے یہ چہرہ کس قدر ملتا ہے۔

رستم:- میں دنیا کی کوئی عجیب چیز نہیں ہوں تو میرے چہرے کی طرف غور سے کیا دیکھ رہا ہے۔

سہراب:- (پھر دل میں) ؎

وہی شوکت عیاں ہے اس کے تیور اور قرینے سے
اڑے جاتے ہیں نقش دشمنی دل کے نگینہ سے
نہ جانے کون کہتا ہے کہ بڑھ قدموں پہ سر رکھ دے
یہی ہے باپ تیرا جا لپٹ جا اس کے سینے سے

رستم:- وہی خاموشی وہی حیرت تو کوئی خواب دیکھ رہا ہے
آنکھ کیوں پتھرا گئی بڑھتے قدم کیوں جم گئے
کیا ہوا جو یک بہ یک آندھی کے جھونکے تھم گئے
تا زمت کر ہاتھ بے قیمت لہو میں رنگ کر
عورتوں سے لڑ چکا آ مرد سے اب جنگ کر

سہراب:- جنگ دشمن سے ہوتی ہے عزیزوں اور بزرگوں سے نہیں ہوتی۔ یہ جنگ خون سے شروع ہو کر آنسوؤں پر ختم نہ ہو۔ اس لئے حملے سے پہلے اے محترم انسان میں تیرے نام اور رتبہ سے واقف ہونا چاہتا ہوں ؎

جس کو دیکھا تھا کبھی آئینہ تقدیر میں
دیکھتا ہوں میں وہی جلوہ تری تصویر میں

رستم:- تو عجب طرح کی گفتگو کر رہا ہے۔ کیا موت کے خوف سے دیوانہ ہو گیا ہے۔

پوچھتا نام و نشاں اس جنگ کے انجام سے
روتے آیا ہے یہاں مجھ سے کہ میرے نام سے

سہراب:- میں نام اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ یہ چہرہ دیکھ کر میرے دل میں دشمنی کی جگہ تیری عزت پیدا ہو گئی ہے ؎

جس کی تلوار سے توران کا لب پر دم ہے
کیوں چھپاتا ہے یقیناً تو وہی رستم ہے

رستم:۔ رستم شیروں سے۔ اژدہوں سے۔ دیووں سے۔ بہادری کے طوفان سے لڑتا ہے۔ اپنی عمر رتبہ اور شہرت کی توہین کرنے کے لئے جنگ کے میدان کو ماں کی گود سمجھنے والے ناسمجھ لڑکوں کا مقابلہ نہیں کرتا ہے

سرد ہو جاتے ابھی یہ جوش کیا اور شور کیا
سامنے رستم کے تو کیا اور تیرا زور کیا
کانپ اٹھتا دیکھتے ہی موت کی تصویر کو
جنگ میں رستم نہ آیا دے دعا تقدیر کو

سہراب:۔ بہادر بوڑھے میرا دل نہیں چاہتا کہ تجھ پر حملہ کروں میں منت کرتا ہوں کہ مجھے غفلت کے اندھیرے میں نہ رکھ اگر واقعی تو رستم ہے۔ تو میں تلوار کو ہاتھ جوڑ کر دو زانو بیٹھ کر تیرے قدموں کو بوسہ دوں گا۔ اور عزت و ادب کے ساتھ سر جھکا کر تیری بزرگی کو سلام کروں گا ؎

اور کہوں گا کہ خوش اقبال بنا دے مجھ کو
ہاتھ رکھ سر پہ مرے اور دعا دے مجھ کو

رستم:۔ دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ سہراب نے رستم جیسے یکتائے زمانہ دلیر سے جنگ کی تھی تو دھوکا دے کر مجھ سے رستم ہونے کا اقرار کرانا چاہتا ہے ؎

کیوں نہیں کہتا کہ مجھ میں جنگ کا اب دم نہیں
ہوش میں آ کان کھول اور سن کہ میں رستم نہیں

سہراب:۔ اگر تو رستم نہیں ہے تو آنکھ بند ہونے سے پہلے دنیا کو آخری مرتبہ حسرت کی نظروں سے دیکھ لے (دونوں میں جنگ۔ آخر سہراب رستم کو گرا دیتا ہے۔ اور چھاتی پر چڑھ کر خنجر بھونکنا چاہتا ہے۔ رستم سہراب کی کلائی پکڑ لیتا ہے)

رستم:۔ ٹھہر ایران کے بہادروں کا دستور ہے کہ دشمن کو دو مرتبہ شکست دینے کے بعد قتل کرتے ہیں۔ اگر تجھے اپنے بازوؤں کی طاقت پر بھروسہ اور دل میں بہادروں کے دستور کی عزت ہے تو کل مجھے نصیب آزمانے کا ایک اور موقع دے کل کا فیصلہ قسمت کا آخری فیصلہ ہوگا۔



سہراب:۔ اگر تجھے یقین ہے کہ رات بھر کی خوشامد سے صبح کو قسمت تیری مدد کے لئے آمادہ ہو جائے گی تو اچھا زندگی بچانے کی اس آخری کوشش کے لئے کل تک کی مہلت دیتا ہوں (سینے سے اٹھ کر، مرد کا زیور بہادری اور بہادری کا زیور رحم ہے (خنجر پھینک دیتا ہے)

# سین خاتمہ

# باب ۳

## سین پانچواں

### ہومان و بارمان کا خیمہ

ہومان :- جس کا جوش جوان اور تجربہ کار بچہ ہے۔ جس کا بازو طاقتور اور عقل کمزور ہے وہ دنیا کو فتح کرسکتا ہے دنیا پر حکومت نہیں کرسکتا۔

بارمان :- قبضہ میں آئے ہوئے شیر کو دوبارہ حملہ کرنے کے لئے آزاد کردینا یہ سہراب کی ایسی خوفناک غلطی ہے کہ اس پر نادان بچے اور دیوانے بھی افسوس کرتے ہوں گے۔

ہومان :- اس احمقانہ غلطی کو بہادرانہ رحم کہتا ہے۔

بارمان :- جنگ کیا ہے۔ قتل، خون، موت کی نمائش ہے۔ جنگ خود ایک بے رحمی ہے۔ بے رحمی کی سلطنت میں رحم کے قانون پر عمل نہیں ہوتا۔

ہومان :- یہ اس کی کمزوری کا نتیجہ ہے کہ وہ فتح جو طاقت اور تلوار سے حاصل نہ ہوسکی وہ رستم نے عقل کے زور اور فریب کے حربے سے حاصل کرلی۔

بارمان :- تو اب کیا کرنا چاہیئے۔ ہمارے بادشاہ افراسیاب کی آرزو اور ہماری کوشش برباد ہوا چاہتی ہے۔

ہومان :- چلو سہراب کو اس غلطی پر شرمندہ کریں۔ اس کی روح میں ایک نئی روح پھونکیں۔ اس کے دل کی نیکی کو عداوت سے اور رحم کے جذبے کو غصے سے بدل دیں اگر ہمارے جھنجھوڑنے سے سہراب کی سوئی ہوئی سمجھ جاگ اٹھی تو کل کا دن رستم کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔



# باب ۳

## سین چھٹا

### میدان جنگ

(رستم اُداس چہرے اور غمگین دل کے ساتھ مایوس نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے)

رستم :- پروردگار میں نے کبھی تیرے قہر و غضب کو حقیر نہیں سمجھا۔ کبھی تیری طاقت کے سامنے اپنی فانی طاقت کا غرور نہیں کیا پھر اس ذلت کی شکل میں تو نے مجھے میرے کس گناہ کی سزا دی ہے۔ اوہ۔ دردمندوں کی دوا اور کمزوروں کی طاقت اے ناامیدوں کی امید میں نے کل ساری رات تیرے حضور میں سجدہ ہائے نیاز کے ساتھ آنسو بہا کر مدد کے لئے التجا کی ہے۔ اپنے عاجز بندے کی التجا قبول کر۔ اس بڑھاپے میں دنیا کے سامنے میری شرم رکھ۔ اور ایک بار میری جوانی کا زور و جوش مجھے دوبارہ واپس دے دے ؎

عطا کر دے وہی طاقت جو اک تھی مرے دل میں
جوانی کا لہو پھر جوش مارے میری نس نس میں
تری قدرت پلٹ سکتی ہے سارے کارخانے کو
پھر اک دن کے لئے تو بھیج دے پچھلے زمانے کو

(سہراب کا داخلہ)

سہراب :- صبح ہو گئی ممکن ہے کہ آج کی صبح اس کی زندگی کی شام ثابت ہو۔ نہ جانے

کیا سبب ہے کہ اس کی موت کا خیال آتے ہی میری روح کانپ اٹھتی ہے
(رستم کو دیکھ کر) تو آگیا جنگ کے نقارہ کی پہلی چوٹ سے تیری نیند ٹوٹ گئی

رستم:- بہادر اپنا وعدہ نہیں بھولتا۔ میں آدھی رات سے صبح ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

سہراب:- آج لڑائی کا دوسرا دن ہے۔ جانتا ہے اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوگا۔

رستم:- ہم دونوں سے ایک کی موت۔

سہراب:- بیشر دل بوڑھے میرا دل تیری موت دیکھنے کے لئے راضی نہیں ہوتا۔ ایک غیبی آواز بار بار مجھے اس جنگ سے روک رہی ہے۔ اگر ایران کی گود بہادر فرزندوں سے خالی نہیں ہے تو جا واپس جا۔ اور اپنے عوض کسی اور ایرانی دلیر کو بھیج دے میں تجھے زندگی اور سلامتی کے ساتھ لوٹ جانے کی اجازت دیتا ہوں۔

رستم:- کل کی اتفاقی فتح پر غرور نہ کر۔ ہر نیا دن انسان کے لئے نئے انقلاب لے کر آتا ہے۔ تقدیر کا پہیہ ہمیشہ ایک ہی سمت میں نہیں گھومتا ہے

گھڑی بھر میں بدلنا ہوگا تجھ کو پیراہن اپنا
منگا کر پاس رکھ لے جنگ سے پہلے کفن اپنا

(جنگ شروع ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سہراب ہاتھ روک لیتا ہے)

سہراب:- آج میں تجھ میں نیا جوش اور نئی قوت دیکھ رہا ہوں۔ جوان ہمت بوڑھے مجھے پھر شک ہوتا ہے کہ تو رستم ہے میں تیری عزت کا واسطہ اور تیری بہادری کی رہائی دے کر ایک بار پھر تیرا نام پوچھتا ہوں زور سے نہیں منت سے غرور سے نہیں عاجزی سے۔

رستم:- تو میرا نام ہی جاننا چاہتا ہے تو سن میرا نام ہے . . .

سہراب:- (خوشی کی گھبراہٹ سے) رستم

رستم:- نہیں سہراب کی موت



سہراب:- افسوس تو نے میرے رحم کی قدر نہ کی۔

(دوبارہ جنگ ہوتی ہے رستم سہراب کو گرا کر سینے پر چڑھ بیٹھتا ہے)

رستم:- بس اسی ہمت اسی طاقت پہ تھا اتنا غرور
تو کوئی شیشہ نہ تھا کیوں ہو گیا پھر چور چور
کیا ہوا زور جوانی اٹھ اجل ہے گھات میں
دیکھ لے اب کس قدر قوت ہے بوڑھے ہاتھ میں

(سہراب کے سینے میں خنجر بھونک دیتا ہے)

سہراب:- آہ۔ اے آنکھو۔ تمہارے نصیب میں باپ کا دیدار نہ تھا۔ کہاں ہو۔ پیارے باپ کہاں ہو۔ پیارے باپ کہاں ہو۔ آؤ۔ آؤ۔ کہ مرنے سے پہلے تمہارا سہراب تمہیں ایک بار دیکھ لے ۔

کیا خبر تھی کہ بگڑ جائے گی تقدیر اپنی
آخری وقت دکھا دو مجھے صورت اپنی

رستم:- کیا اپنی جوانی کی موت پر ماتم کرنے کے لئے باپ کو یاد کر رہا ہے۔ اب تیرے باپ کی محبت اس کی دعا اس کے آنسو۔ اس کی فریاد۔ کوئی تجھے دنیا میں زندہ نہیں رکھ سکتی ہے

مرہم کہاں جو رکھ دے دل پاش پاش پر
آیا بھی وہ تو روئے گا بیٹے کی لاش پہ

سہراب:- بھاگ جا۔ بھاگ جا۔ اس دنیا سے کسی دوسری دنیا میں بھاگ جا۔ تو نے سام و نریمان کے خاندان کا چراغ بجھا دیا ہے۔ تاریک جنگلوں میں۔ پہاڑوں کے غاروں میں۔ سمندر کی تہ میں تو کہیں بھی جا کر چھپے۔ لیکن میرے باپ رستم کے انتقام سے نہ بچ سکے گا۔

رستم:- (چونک کر) کھڑا ہو جاتا ہے۔ کیا کہا؟ کیا کہا؟ تو رستم کا بیٹا ہے؟

سہراب:- ہاں

rekhta

رستم :۔ تیری ماں کا نام!

سہراب :۔ تہمینہ

رستم :۔ تیرے اس دعوے کا ثبوت!

ثبوت :۔ ثبوت اس بازو پر بندھی ہوئی میرے باپ رستم کی نشانی

رستم :۔ جھوٹ ہے غلط ہے تو دھوکا دے رہا ہے۔ مجھے پاگل بنا کر اپنے قتل کا انتقام لینا چاہتا ہے (گھبراہٹ کے ساتھ سہراب کے بازو کا کپڑا پھاڑ کر اپنا دیا ہوا مہرہ دیکھتا ہے) وہی مہرہ وہی نشانی (سر پیٹ) کیا کیا۔ کیا کیا۔ اندھے۔ پاگل جلاد۔ یہ کیا کیا۔ شیر جیسا خونخوار، بھیڑیئے جیسا ظالم ریچھ جیسا موذی حیوان بھی اپنی اولاد کی جان نہیں لیتا۔ لیکن تو انسان ہو کر حیوان سے بھی زیادہ خونی اور جہنم سے بھی زیادہ بے رحم ہے ؎

خون میں ڈوبا ہے وہ جس سے مزہ جینے میں تھا
دل کے بدلے کیا کوئی پتھر ترے سینے میں تھا
توڑ ڈالا اپنے ہی ہاتھوں سے او ظالم اسے
تیرا نقشہ تیرا ہی چہرہ جس آئینے میں تھا

سہراب :۔ فتح مند بوڑھے تو رستم نہیں ہے پھر میری موت پر خوش ہونے کے بدلے اس طرح کیوں رنج کر رہا ہے۔

رستم :۔ (رو کر) اس دنیا میں رنج اور آنسو۔ رونے اور چھاتی پیٹنے کے سوا میرے لئے اب اور کیا باقی رہ گیا ہے۔ میں نے تیری زندگی تباہ کر کے اپنی زندگی کا ہر ایک عیش اور اپنی دنیا کی ہر ایک خوشی تباہ کر دی۔ مجھ سے نفرت کر میرے منہ پر تھوک دے مجھ پر ہزاروں زبانوں سے لعنت بھیج ؎

فغاں ہوں حسرت و ماتم ہوں سر سے پاؤں تک غم ہوں
میں ہی بیٹے کا قاتل ہوں میں ہی بدبخت رستم ہوں

(سہراب کے پاس ہی زمین پر گر پڑتا اور سہراب اس کے گلے میں ہاتھ ڈال



کر چھاتی سے لپٹ جاتا ہے۔

سہراب :۔ بابا۔ میرے بابا!

رستم :۔ ہائے میرے لال! تو نے الفت سے، نرمی سے، منت سے کتنی مرتبہ میرا نام پوچھا اس محبت و عاجزی کے ساتھ پوچھنے پر لوہے کے ٹکڑے میں بھی زبان پیدا ہو جاتی۔ پتھر بھی جواب دینے کے لئے مجبور ہو جاتا۔ لیکن اس دو روزہ دنیا کی جھوٹی شہرت اور اس فانی زندگی کے فانی غرور نے میرے ہونٹوں کو ہلنے کی اجازت نہ دی۔ میرے بچے میری تہمینہ کی نشانی ؎

کس جگہ بے رحم سے میں نہاں رکھوں تجھے
آنکھ میں دل میں کلیجے میں کہاں رکھوں تجھے
بس نہیں انسان کا چلتا فنا و موت سے
کیا کروں کس طرح تجھ کو چھین لوں میں موت سے

سہراب :۔ ہومان۔ بارمان۔ ہجیر سب نے مجھے دھوکا دیا۔ بابا نہ رو! میری موت کو خدا کی مرضی سمجھ کر صبر کرو ؎

مل گئی مجھ کو جو قسمت میں سزا لکھی تھی
باپ کے ہاتھ سے بیٹے کی قضا لکھی تھی

رستم :۔ جب تیری ناشاد ماں بال نوچتی۔ آنسو بہاتی۔ چھاتی پیٹتی۔ ماتم اور فریاد کی تصویر بنی ہوئی سامنے آکر کھڑی ہوگی اور پوچھے گی کہ میرا لاڈلا سہراب۔ میرا بہادر بچہ میری کوکھ سے پیدا ہونے والا شیر کہاں ہے۔ تو اپنا ذلیل منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لینے کے سوا اسے کیا جواب دوں گا۔ کن لفظوں سے اس کے ٹوٹے ہوئے دل اور زخمی کلیجے کو تسلی دوں گا ؎

سنوں گا ہائے کیسے ماں کی اس دہائی کو
کہاں سے لاؤں گا مانگے گی جب اپنی کمائی کو
نگاہیں کس طرح اٹھیں گی مجھ بدقسمت کے بیٹے کی

rekhta

کر چھاتی سے لپٹ جاتا ہے۔

سہراب:۔ بابا۔ میرے بابا!

رستم:۔ ہائے میرے لال! تو نے الفت سے، نرمی سے، منت سے کتنی مرتبہ میرا نام پوچھا اس محبت و عاجزی کے ساتھ پوچھنے پر لوہے کے ٹکڑے، میں بھی زبان پیدا ہو جاتی۔ پتھر بھی جواب دینے کے لئے مجبور ہو جاتا۔ لیکن اس دو روزہ دنیا کی چھوٹی شہرت اور اس فانی زندگی کے فانی غرور نے میرے ہونٹوں کو ہلنے کی اجازت نہ دی۔ میرے بچے میری تہمینہ کی نشانی ؎

کس جگہ بے رحم سے میں نہاں رکھوں تجھے
آنکھ میں دل میں کلیجے میں کہاں رکھوں تجھے
بس نہیں انسان کا چلتا فنا و فوت سے
کیا کروں کس طرح تجھ کو چھین لوں میں موت سے

سہراب:۔ ہومان۔ بارمان۔ پھر سب نے مجھے دھوکا دیا۔ بابا نہ رو! میری موت کو خدا کی مرضی سمجھ کر صبر کرو ؎

مل گئی مجھ کو جو قسمت میں سزا لکھی تھی
باپ کے ہاتھ سے بیٹے کی قضا لکھی تھی

رستم:۔ جب تیری ناشاد ماں بال نوچتی۔ آنسو بہاتی۔ چھاتی پیٹتی۔ ماتم اور فریاد کی تصویر بنی ہوئی سامنے آکر کھڑی ہوگی اور پوچھے گی کہ میرا لاڈلا سہراب۔ میرا بہادر بچہ میری کوکھ سے پیدا ہونے والا شیر کہاں ہے۔ تو اپنا ذلیل منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لینے کے سوا اسے کیا جواب دوں گا۔ کن لفظوں سے اس کے ٹوٹے ہوئے دل اور زخمی کلیجے کو تسلی دوں گا ؎

سنوں گا ہائے کیسے مامتا کی اس دہائی کو
کہاں سے لاؤں گا مانگے گی جب اپنی کمائی کو
نگاہیں کس طرح اٹھیں گی مجھ قسمت کے ہیٹے کی



دکھاؤں گا میں کن ہاتھوں سے ماں کو لاش بیٹے کی

سہراب:۔ پیارے باپ میری بدنصیب ماں سے کہنا کہ انسان سب سے لڑ سکتا ہے قسمت سے جنگ نہیں کر سکتا۔ آہ . . . (رستم کی گود سے زمین پر گر کر آنکھیں بند کر لیتا ہے)

رستم:۔ یہ کیا۔ یہ کیا۔ میرے بچے آنکھیں کیوں بند کر لیں۔ کیا خفا ہو گئے۔ کیا ظالم کی صورت دیکھنا نہیں چاہتے۔ یہ موت کا گہوارہ۔ یہ خون میں ڈوبی ہوئی زمین پھولوں کا بستر ماں کی گود باپ کی چھاتی نہیں ہے۔ پھر تمہیں کس طرح نیند آگئی ؎

میرے بچے یوں نہ جا مجھ کو تڑپتا چھوڑ کے
میرا دل میرا جگر میری کمر کو توڑ کے
ہائے کیا کیا آرزو تھی زندگانی میں تجھے
موت آئی پھولتی پھلتی جوانی میں تجھے

سہراب:۔ ماں . . . خدا . . . تمہیں . . . تسلی دے!

رستم:۔ اور۔ اور۔ بیٹا بولو۔ بولو۔ چپ کیوں ہو گئے۔ آہ۔ آہ۔ اس کا خون سرد ہو رہا ہے۔ اس کی سانسیں ختم ہو رہی ہیں۔ اے خدا۔ اے کریم و رحیم خدا۔ اولاد باپ کی زندگانی کا سرمایا اور ماں کی روح کی دولت ہے۔ یہ دولت محتاجوں سے نہ چھین۔ اپنی دنیا کا قانون بدل ڈال۔ اس کی موت مجھے اور میری باقی زندگی اسے بخش دے۔ موت۔ موت تو زال و رودابہ کے گھر کا اجالا اور بڑھاپے کی امید میری تہمینہ کا بوتا کھیلتا ہوا کھلونا کہاں لے جا رہی ہے۔ دیکھ میری طرف دیکھ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو تاج و تخت کی بھیک دی ہے۔ آج ایک فقیر کی طرح تجھ سے اپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگتا ہوں ؎

بھیک دے جھولی میں تو میرے گل شاداب کو
ہاتھ پھیلائے ہوں میں دے دے مرے سہراب کو

سہراب:۔ (آنکھیں بند کئے ہوئے) دنیا۔ رخصت۔ خدا (مر جاتا ہے)

rekhta